جناب مختار

محمد باقر النقوی
مولوی فاضل صدر الافاضل
مدیر اصلاح کھجوا (بہار)

مطبوعہ
یونائیٹڈ انڈیا پریس
لکھنؤ

باسمہ سبحانہٗ

جناب مختارؒ کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مختصر بھی اور ضخیم بھی مگر وہ زیادہ تر آپ کی تحریک انتقام خون حسینؑ اور آپ کی معرکہ آرائیوں پر مشتمل ہیں۔ دشمنان اہل بیت نے آپ کے متعلق جو اشتباہی فضا شروع سے بنا رکھی ہے اور آپ کے عقائد کو جس بُری طرح مطعون کیا ہے اور آپ کی ذات پر جو طرح طرح کے اتہامات والزامات لگائے ہیں اُن پر یا تو بالکل ہی توجہ نہیں کی گئی یا کی بھی گئی تو برائے نام۔

معاندین اہل بیتؑ اور دشمنان تشیع کی شروع ہی سے یہ روش رہی ہے انھوں نے بڑی سے بڑی شیعی شخصیت کو نظر انداز کرنے کی امکانی کوشش کی ہے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر ہی نہیں آنے دیا اور اگر ایسے ہی مجبور ہو گئے ہیں تو جہاں تک ہو سکا ہے اُن کے خد وخال کو مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ آنے والی نسلیں انھیں گھناونا سمجھ کر خاطر ہی میں نہ لائیں بلکہ ان سے نفرت و بیزاری پر مجبور ہوں۔ جناب مختار کا واحد قصور یہ تھا کہ فرزند رسولؐ کے قاتلوں سے انتقام لیا اور اس جانکاہ و روح فرسا واقعہ نے اہل بیتؑ اور شیعیان اہل بیتؑ کے کلیجوں میں جو ناسور ڈال دیئے تھے قلب و جگر میں حزن واندوہ کی جو بے پناہ آگ بھڑکا دی تھی اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی یہ بات اُن لوگوں کو کیونکر گوارا ہو سکتی تھی جنکی دلی ہمدردیاں دشمنان اہل بیت کے ساتھ تھیں جو غاصبین حقوق اہل بیت اور ذریت رسول کے قاتل تھے اسی وجہ سے جناب مختار پر

اتہامات والزامات کی وہ بوچھار کی گئی کہ خدا کی پناہ انھیں ملحد
کہا گیا بے دین بھی بلکہ مدّعی نبوت قرار دے کر دوسرا مسیلمہ کذاب
کیا گیا اس سلسلہ میں ایک سے ایک جھوٹی حدیثیں بھی تصنیف
گئیں شدید ضرورت تھی کہ جناب مختار کے سوانح زندگی عہد حکو
حالات قاتلین حسین کو چن چن کر کیفر کردار تک پہونچانے میں ا
مساعی جمیلہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں کی ان ہرزہ سرائیوں
تذکرہ کر دیا جاتا اور ان کے اتہامات والزامات کی حقیقت بھی و
کر دی جاتی۔

اس رسالہ میں اسی کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش
گئی ہے اس مختصر سے رسالہ میں عراق کے نامور اہل قلم الاستاذ ع
المقرم دام ظلہ کی بلند پایہ تصنیف تنزیہ المختار کا ترجمہ
کیا جا رہا ہے پھر حضرت صدر المفسرین آیۃ اللہ فی العالمین حجۃ الا
مولٰنا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپال پوری طاب ثراہ کا ر
مختار اہل بیت آخر میں جناب ابراہیم بن مالک اشتر کا بھی مخت
تذکرہ ہے۔ جتنا معتبر کتابوں میں مل سکا خدا کرے ہماری یہ مح
مومنین کو پسند آئے اگر حالات نے ساعدت کی تو آیندہ ایک مب
و مفصل کتاب ہم نذر ناظرین کریں گے۔

کمترین

محمد باقر النقوی
مدیر اصلاح

مختار کون تھے؟

جناب مختار کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مختار بن ابی عبید بن مسعود بن عمرو بن عوف بن عبدہ بن عوف بن ثقیف ثقفی۔

جس سال پیغمبر نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اسی سال پیدا ہوئے۔ ان کی ماں دومہ بنت وہب ابن عمرو بن معتب تھیں۔ مختار کے باپ نے ایک خواب کی بنا پر اپنے خاندان کی عورت سے شادی نہیں کی۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے دومہ سے شادی کرو اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرو۔ انھوں نے گھر والوں سے یہ خواب بیان کیا اور دومہ سے شادی کر لی۔ دومہ کے بطن سے مختار۔ جبیر اسید۔ صفیہ۔ ابو جبر۔ ابو الحکم اور ابو امیہ پیدا ہوئے۔

(معارف ابن قتیبہ صـ ۱۳۸)

مختار کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ اسحاق مختار کے فرزند تھے دوسرے فرزند محمد تھے ان دونوں کی ماں ام ثابت بنت سمرہ بن جندب فزاری تھی۔ مختار کی دیگر بیویوں سے بھی بہت سی اولاد پیدا ہوئیں۔ (معارف صـ ۱۳۸)

مختار کا لقب کیسان تھا۔ اس لقب سے ملقب ہونے کا

سبب جیسا کہ اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے یہ تھا کہ مختار کے باپ انھیں لیکر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ مختار بچے تھے امیر المومنینؑ نے انھیں زانو پر بٹھایا آپ سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے اور فرماتے جاتے یا کیس یا کیس اے ہوشیار اے ہوشیار۔

(رجال کشی حالات مختار)

امیر المومنینؑ کا یہ فقرہ حضرت کی محیر العقول بالغ نظری کا ثبوت ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ کے واقعات کا کتنا وسیع علم آپ کو حاصل تھا اور مختار کے ہاتھوں جو کارنامے انجام پانے والے تھے انتقام خون حسینؑ کے سلسلہ میں ان کی کتنی مکمل واقفیت آپ کو حاصل تھی

مختار اس پیشین گوئی کو بڑی اہمیت دیتے اور اکثر اپنی زبان سے اس کو بیان کرتے۔ ابن نمارح نے جو حدیثیں اس سلسلہ میں نقل کی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ اس فقرہ کے ارشاد فرماتے وقت جو مفہوم آپ کے پیش نظر تھا اس مفہوم پر مختار کتنا یقین کامل رکھتے تھے ہم چند حدیثیں درج کرتے ہیں۔

(۱) مختار کی ملاقات معبد جدلی سے ہوئی۔ مختار نے کہا معبد اہل کتاب بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کو پاتے ہیں جو جباروں کو قتل اور مظلومین کی نصرت کرے گا اور بے کسوں کا انتقام لے گا، انھوں نے اس شخص کے اوصاف بھی بیان کئے ہیں وہ تمام صفتیں مجھ میں موجود ہیں البتہ دو صفتیں ایسی بیان کرتے ہیں جو مجھ میں موجود نہیں ایک یہ کہ وہ شخص نوجوان ہوگا حالانکہ میرا سن ۶۰ سال سے زیادہ ہو چکا دوسرے وہ شخص کمزور نگاہوں کا ہوگا حالانکہ میں عقاب

ے بھی زیادہ تیز نگاہ ہوں۔ معبد نے کہا اس زمانہ میں ۶۰ اور ستر
ں کے افراد نوجوان ہی سمجھے جاتے تھے رہ گئی تمھاری نگاہ تو تمھیں
یتہ کہ خداوند عالم اس میں کیا تغیر کریگا ہو سکتا ہے آگے چل کر تمھاری
اہ کمزور ہو جائے۔ مختار نے کہا ہو سکتا ہے۔

(۲) ابن زیاد نے مختار۔ میثم تمار۔ اور عبداللہ بن حارث بن
ل بن حارث بن عبدالمطلب کو جن کا لقب ببہ تھا قید کر رکھا تھا۔
اللہ نے جسم کے بالوں کو صاف کرنے کے لئے استرے کی خواہش کی اور کہا
زیاد مجھے قتل کرنے سے باز نہ رہے گا میں چاہتا ہوں کہ اپنے جسم کے
قتل ہونے سے پہلے صاف کر ڈالوں۔ مختار نے کہا قسم خدا کی وہ نہ تو
یں قتل کرے گا نہ مجھے تھوڑے ہی دنوں میں تم بصرہ کے حاکم ہو گے
اب میثم ان دونوں کی گفتگو سن رہے تھے آپ نے مختار سے
ایا۔ اور تم حسین ؑ کے خون کا انتقام لینے کے لئے کھڑے ہو گے
ابن زیاد کو قتل کرو گے جو ہمارے قتل کے در پے ہے اپنے
وں سے اس کے رخسارے روند و گے۔ آئندہ کے واقعات نے
وں کی باتیں سچ کر دکھائیں عبداللہ بصرہ کے حاکم ہوے مختار نے
حسین ؑ کے لئے خروج کیا۔

یہ سب باتیں مختار کے ذہن میں برابر تازہ رہیں یہاں تک
ہیں ان باتوں کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل گیا۔ شہادۃ امام مظلوم
ند انھوں نے آل محمد کے فضائل کی اشاعہ اور ان کی مصیبتوں پر
حزن و اندوہ کا اظہار شروع کیا انھیں یقین تھا کہ ہمارے متعلق جتنی
وئیاں کی گئی ہیں وہ ضرور ظہور میں آکر رہیں گی اور خداوند عالم

انتقام خون حسینؑ لینے کی عزت سے ضرور سرفراز اور اپنی تائید سے میری مدد فرمائے گا۔

اسی یقین و اعتماد کی بنا پر صعقب بن زہیر ازدی سے مختار نے کہا تھا جبکہ ابن زیاد نے مختار کو قید سے رہا کر کے حکم دیا تھا کہ کوفہ سے حجاز چلے جاؤ اور صعقب نے مختار سے پوچھا تھا یہ تمھاری آنکھوں کو کیا ہوا۔ مختار نے کہا تھا۔ میرا یہ حال ابن زیاد نے کیا ہے خدا مجھے قتل کرے اگر میں ابن زیاد کو قتل نہ کروں اور اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں میں حسینؑ کے بدلے میں اتنی ہی تعداد میں لوگوں کو قتل کروں گا جتنی تعداد میں جناب یحییٰ کے بدلے لوگ قتل کیے گئے یعنی ستر ہزار۔

مختار کی نشو و نما

مختار نے نشو و نما پائی اس حال میں کہ شریف النفس، بلند ہمت، معزز و محترم دلیر و شجاع اور آزمودہ کار تھے۔ کسی چیز سے ڈرتے نہ تھے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے۔ مضبوط دل اور دشمن پر بڑے سخت تھے۔ عقل و فہم اور اصابت رائے میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے خصوصیت کے ساتھ لڑائی کے ڈھنگ اور دشمن کو مغلوب کرنے کے طور و طریق سے بخوبی واقف تھے جیسے آپ بہت سے معرکے جھیل چکے ہوں اور ان کی معرکہ آرائیوں نے انھیں تجربہ کار بنا دیا ہو۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ یہ اس شخص کی نسل سے تھے جسے قرآن مجید نے عظیم القریتین کی لفظ سے ذکر کیا ہے [۱]

۱؎ علامہ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ آیت وقالوا لولا نزل ھذا القرآن

باقی صفحہ ۷ پر

انھوں نے ایک نامور سپہ سالار فوج ابی عبید بن مسعود کی آغوش میں تربیت پائی جنھیں خلیفۂ دوم نے سپہ سالار مقرر کر کے ۱۸ھ میں اہل فارس سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا اور جو اس جنگ میں کام آئے تھے ان کے قتل ہونے پر ان کے بھائی حکم نے لشکر کا علم سنبھالا وہ قتل ہوئے تو ان کے بیٹے جبیر نے قیادت کی وہ بھی مقتول ہوئے (فتوح البلدان بلاذری صا۲۶۱)

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ ابو عبید کے مرنے پر بنی ثقیف کے سات آدمیوں نے علم سنبھالا اور ساتوں مقتول ہوئے (طبری جلد ۴ صـ۶۹) اس جنگ میں مختار بار بار لڑائی کے لئے بیچین ہو کر نکلتے مگر ان کے چچا سعد بن مسعود انھیں روک دیتے۔

بنی ہاشم سے وابستگی

مختار بنی ہاشم سے وابستہ رہے ان کے اکثر اوقات اہل بیت کی خدمت میں گزرے اہلبیت کے اخلاق و آداب سے بہت کچھ استفادہ کیا اور ظاہر و باطن میں ان کے خیر خواہ رہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب امام مظلوم نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تو آپ مختار ہی کے گھر مہمان ہوئے اور سب سے پہلے مختار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جناب مسلم کے ساتھ ان کے خروج نہ کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب مسلم نے جو وقت اپنے اصحاب سے مقرر کیا تھا حالات سے مجبور ہو کر اس وقت معین سے پہلے ہی آپ کو اٹھ کھڑا ہونا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) علی رجل فی القریتین عظیم میں مراد انھیں مختار کے دادا مسعود ثقفی ہیں صـ۱۷۵)

پڑا اس وقت مختار کوفہ سے باہر کسی دیہات میں تھے جب انھیں جناب مسلم کی خبر ملی تو اپنے ساتھیوں کو لیکر کوفہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ عبداللہ بن حارث بھی تھے باب الفیل پر پہونچنے کے بعد معلوم ہوا کہ جناب مسلم اور ہانی شہید ہو چکے ہیں لوگوں نے رائے دی کہ عمرو بن حریث کے جھنڈے تلے چلے جاؤ تاکہ جان محفوظ رہے مختار اور عبداللہ بن حارث نے ایسا ہی کیا عمرو بن حریث نے ابن زیاد کے پاس گواہی دی کہ یہ دونوں مسلم کے ساتھ نہ تھے ابن زیاد نے بہت کچھ سب و شتم اور زد و کوب کے بعد ان دونوں کو قیدخانہ میں ڈلوا دیا امام مظلوم کی شہادت تک یہ دونوں قیدخانہ میں رہے پھر مختار نے عبداللہ ابن عمر کو جن سے مختار کی بہن منسوب تھیں خط لکھا کہ یزید سے ہماری سفارش کیجئے۔ یزید نے ان کی سفارش پر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو رہا کر دیا جائے۔ ابن زیاد نے قید سے رہا کر کے تین دن کا وقت دیا کہ اس عرصہ میں کوفہ سے حجاز چلے جاؤ ورنہ پھر قید کر دوں گا۔ ہند بنت ابی سفیان کی سفارش پر عبداللہ بن حارث نے بھی رہائی پائی

ابن زبیر کا ساتھ

جب مختار قیدخانہ سے رہا ہوئے تو یہ محسوس کر کے کہ اب کوفہ میں رہنے کی گنجائش نہیں انھوں نے بہتر یہی سمجھا کہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس حجاز چلے جائیں۔ وہ ابن زبیر کے ہم خیال تو نہیں تھے کیونکہ ابن زبیر عثمانی العقیدہ تھے اور مختار علوی المسلک مگر یزید کی بیعت سے باہر آنا اسی صورت سے ممکن تھا کہ وہ کوفہ کو خیرباد کہہ کر مکہ چلے جائیں

حالات سے مجبور ہو کر پانچ مہینے یہ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ رہے ان پانچ مہینوں میں اہل شام سے کئی مرتبہ ٹکر لی اور بہت سے معرکے سر کئے۔

کوفہ کو واپسی یزید کے مرنے پر یہ زبیر کا ساتھ چھوڑ کر کوفہ چلے آئے تاکہ اپنی زندگی کے واحد نصب العین انتقام خون حسینؑ کو پایۂ تکمیل تک پہونچا سکیں۔ قاتلان حسینؑ زیادہ تر اس وقت کوفہ ہی میں مقیم تھے کوفہ میں اپنی حسن سیرت اور نیک کرداری کا مظاہرہ کر کے لوگوں سے میل محبت بڑھائی تاکہ دشمن خوفزدہ نہ ہوں اور اس طرح انتقام خون حسینؑ کا مقصد فوت ہو جائے کوفہ میں مختار کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ ہو گئے جو امام حسینؑ سے لڑنے میں شریک نہ تھے۔ (مروج الذہب)

یہ لوگ حسینیہ کے لقب سے سرفراز ہوئے ان لوگوں نے کتاب خدا سنت پیغمبرؐ، انتقام خون حسینؑ اور مظلومین کی حمایت پر مختار کی بیعت کی (امالی شیخ طوسی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۸۸)۔

جب تیاریاں مکمل ہو گئیں تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: "یہ ہمارا دین نہیں کہ ہم قاتلین حسینؑ کو دنیا میں زندہ چھوڑیں قاتلان حسینؑ کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ کھانا پینا مجھے گوارا نہیں جب تک میں زمین کو پاک اور شہر کو ان لوگوں سے خالی نہ کر لوں۔ (کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۹۲)

یہ مختار کے قلب و ضمیر کی کیفیت تھی وہ اپنے جذبہ محبت اور ولائے اہل بیت کو علانیہ ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے جبکہ

حالات اس علانیہ اظہار کے مناسب نہ تھے کیونکہ مختار کے اردگرد جتنے لوگ اکٹھا ہوئے تھے وہ علیؑ کو پہلا خلیفہ نہ سمجھتے تھے۔

اسی سے ہم مختار کی تحریک کی اہمیت کا اندازہ کرسکتے ہیں جس کے ذریعہ انھوں نے عوام الناس کو اپنے پاس اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔

کوفہ میں مختار کا خروج

ماہ ربیع الاول ۶۶ھ کے چودھویں شب میں مختار نے خروج فرمایا۔ ماہ رمضان ۶۷ھ تک تقریباً ۱۸ ماہ ان کی حکومت رہی اس عرصہ میں انھوں نے چن چن کے قاتلان حسینؑ کو گرفتار کیا اور انھیں موت کے گھاٹ اتارا۔ جیساکہ ابن شارح کا بیان ہے ۱۸ ہزار آدمی تہہ تیغ ہوئے اتنی کثرت سے لوگ قتل ہوتے دیکھ کر کوفہ کے تقریباً دس ہزار معززین بھاگ کر مصعب کے پاس بصرہ چلے گئے۔ (اخبار الطوال ص ۲۹۹)

انھیں بھاگنے والوں میں شبث بن ربعی بھی تھا۔ یہ ایک خچر پر سوار ہو کر جس کی دم اور کان کٹے ہوئے تھے دکھائی دیتا ہوا بصرہ بھاگا سر برآوردہ لوگوں نے مصعب کو مجبور کیا کہ فاسق (مختار) سے لڑنے چلو جس نے ہمارے گھروں کو زمین میں ملا دیا ہے یہ لوگ برابر مصعب سے تقاضا کرتے رہے۔

دارالامارہ میں مختار کی محصوری

مختار کی زندگی کا جو مشن تھا وہ بڑی حد تک پورا ہو چکا تھا اب مشیت الٰہی یہی تھی کہ مختار عروس شہادت سے

ہمکنار ہوں۔ مصعب بن زبیر نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ جس میں مختار اور ان کے ساتھ صرف چار سو سپاہی رہ گئے تھے یہ محاصرہ ۴ دن اور اخبار الطوال کی روایت کی بنا پر ۴۰ دن تک جاری رہا جب صورت حال نازک ہو گئی تو مختار مرنے مارنے کے ارادہ سے اپنے ہمراہیوں کو لے کر نکل پڑے جنگ ہوئی اور سب مارے گئے یہ واقعہ ۱۴ رمضان ۶۷ھ کا ہے۔ بنی حنیفہ کے دو بھائیوں نے جن میں ایک کا نام طارف اور دوسرے کا طریف تھا اور دونوں عبداللہ بن دجاجہ کے لڑکے تھے مقام زیابین پر مختار کو قتل کیا اور ان کا سر مصعب کے پاس لائے مصعب نے ۳۰ ہزار درہم انعام میں دیئے پھر مختار کی ہتھیلیاں قطع کر کے مسجد اعظم کے پہلو میں آویزاں کیں بہت دنوں تک دونوں ہاتھ یوں ہی نصب رہے یہاں تک کہ حجاج گورنر ہو کر کوفہ آیا اس نے دونوں ہاتھوں کو کفن دے کر دفن کیا۔ مصعب نے مختار کا سر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجدیا عبداللہ نے کوئی انعام نہ دیا سر لے جانے والے سے کہا یہ سر ہی تمھارا انعام ہے۔

مصعب اور مختار کے عیال

مختار کو قتل کرنے کے بعد مصعب نے کوفہ کے ساتھ ہزار آدمیوں کو تہہ تیغ کیا یہ سب کے سب انتقام خون حسینؑ میں مختار کے شریک رہ چکے تھے۔ پھر مختار کی بیویوں سے کہا کہ مختار پر تبرا کرو سب نے تبرا کیا مگر دو بیویاں کسی طرح آمادہ نہ ہوئیں ایک ام ثابت بنت سمرہ بنت جندب فزاری دوسری عمرہ بنت نعمان بن بشیر انصاری

ان دونوں نے کہا کہ ہم ایسے شخص سے تبرا کیونکر کر سکتے ہیں جو خداوند عالم کو اپنا پروردگار کہتا تھا جس کے دن روزے میں اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر ہوتی تھیں جس نے قاتلان فرزند رسول سے انتقام لیکر راہ خدا اور رسول میں اپنی جان نثار کی۔ خداوند عالم نے انھیں اس کی طاقت بخشی اور انھوں نے مومنین کے نفوس کو ٹھنڈک پہونچائی مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو لکھ بھیجا عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اگر دونوں باز آئیں اور مختار سے اظہار بیزاری کریں تب جاں بخشی کرو ورنہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔ سمرہ بن جندب کی دختر جان کے خوف سے اظہار بیزاری کرنے پر مجبور ہوگئی اس نے کہا اگر تم لوگ تلوار کے زور سے اقرار لینے پر مصر ہو تو میں مختار کے کافر ہونے کا بھی اقرار کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن نعمان کی دختر نے جان کی بھی پروا نہ کی کہا خوشا نصیب یہ تو شہادت ہے مرنے کے بعد جنت اور پیغمبر خدا اور آپ کے اہل بیت کی خدمت ہی میں جانا ہوگا خداوندا تو گواہ رہنا کہ میں تیرے نبی تیرے نبی کے نواسے ان کے اہلبیت اور ان کے شیعوں کی پیرو ہوں (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

مصعب نے رسیوں میں جکڑا ہوا سے حیرہ و کوفہ کے درمیان قتل کیا۔ رسی زوجہ مختار سے قتل کے متعلق عمر ابن ربیعہ قرشی کہتا ہے "سب سے زیادہ تعجب خیز مرے نزدیک شریف و حسین خاتون کا قتل کیا جانا ہے، اس بے رحمی سے تم نے اسے بے جرم و خطا قتل کیا خدا اس کو اس کی جزائے خیر دے۔

مرنا مارنا تو ہم مردوں کے لئے ہے، خواتین کے لئے نازو انداز سے چلنا۔

جائے دفن

بہت دنوں تک ان کی قبر بے نشان رہی انکی قبر کا پتہ چلانے کی فکر کس کو ہوتی جبکہ اموی فطرۃ افراد نت نئی تہمت تراشیوں اور طعن و تشنیع کا نشانہ ان کی ذات کو بنائے ہوئے تھے ان کی مذمت و قدح میں ایک سے ایک حدیثیں آئے دن گڑھی جاتی تھیں لیکن خداوند عالم نے ان کی تمام کوششوں کے برخلاف اپنے ایک بندۂ صالح کو آمادہ کیا کہ وہ واقفکار و باخبر افراد کے ذریعہ ان کی قبر کا پتہ چلائیں۔ چنانچہ جب علامہ شیخ عبدالحسین طہرانی عراق تشریف لائے اور عتبات عالیات کی تعمیر میں منہمک ہوئے تو انھوں نے مسجد کوفہ کے اطراف میں جناب مختار کی قبر کے متعلق بھی تحقیق و تفتیش کی تاکہ اس کی عمارت کو پھر سے بنا سکیں۔

جناب مختار کی قبر کے متعلق ابتک یہ کہا جاتا تھا کہ وہ حضرت مسلم کے روضہ کے صحن میں جامع اعظم سے متصل ہے جب چھان بین کی گئی تو وہاں حمام کے آثار ملے۔ انھوں نے تحقیق و تلاش کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اس وقت علامہ سید رضا ابن آیۃ اللہ سید محمد مہدی بحرالعلوم نے بتایا کہ میرے والد ماجد نے بتایا تھا کہ مختار کی آرام گاہ مسجد کوفہ کی اس دیوار کے پہلو میں ہے جو قبلہ کی طرف پڑتی ہے جہاں آجکل مختار کی قبر ہے جناب بحرالعلوم مسجد میں آنے والوں کو اس جگہ مختار کے لئے فاتحہ پڑھنے کی تاکید کیا کرتے۔ علامہ شیخ عبدالحسین نے وہاں زمین کھودنے کا حکم دیا ایک پتھر ملا جس پر لکھا ہوا تھا ھذا قبر المختار بن ابی عبید الثقفی علامہ شیخ عبدالحسین نے اسی جگہ روضہ تعمیر کیا اور قبر کی پیشانی پر لکھا ھذا قبر المختار بن ابی عبید الثقفی۔ اور درواز کی پیشانی پر لکھا۔

"آقا سید مہدی بحر العلوم اور علامہ شیخ جعفر کاشف الغطا نے حکم دیا کہ یہاں مختار کی ضریح بنائی جائے انھیں دونوں بزرگوں نے جائے قبر کی تعیین کی۔

مختار کے عقائد

انتقام خون حسینؑ کے لئے مختار کی جد وجہد اور اپنی زندگی کا نصب العین یہی بنا لینا کہ جس جس نے بھی خون حسینؑ میں شرکت کی ہے وہ کیفر کردار کو ضرور پہونچایا جائے۔ بیّن ثبوت ہے کہ ولائے اہل بیت ان کے دل میں راسخ ایمان اُن کا مستحکم۔ عقائد ستودہ اور ضمیر ان کا پاک وصاف تھا اور وہ جو انھوں نے محمد ابن حنفیہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی تو یہ ایک سیاسی تدبیر تھی اس سے ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ موجودہ حکومت کے خلاف جو تحریک چلائی جارہی ہے اس سے امام زین العابدینؑ کی ذات ملوث نہ سمجھی جائے۔ کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ آپ بھی اس تحریک میں شریک ہیں تو یہ سب کچھ امام زین العابدینؑ کی شخصیت کو محفوظ رکھنے کے لئے تھا۔ اسی طرح محمد ابن حنفیہ نے جو مختار کی تائید و موافقت کی تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ خلافت میں رغبت رکھتے تھے۔ ان کی اطاعت وانقیاد اور امام زین العابدینؑ کے پیرو ہونے میں کسی نے بھی آج تک شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا۔ محمد ابن حنفیہ کا حضرت سید سجاد کو حجر اسود کے پاس محاکمہ کے لئے زحمت دینا سب سے بڑا ثبوت ہے اس کا کہ وہ خلافت کی ہوس سے پاک تھے اور انھوں نے محض لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کہ میری نہیں سید سجاد کی اطاعت فرض ہے یہ صورت

اختیار کی تھی وہ سمجھتے تھے کہ مختار نے محض موقع سے فائدے اٹھانے اور قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے کیلئے ان کی امامت کی تحریک چلائی ہے بغیر اس تدبیر کے اُن کا منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا اسی وجہ سے انھوں نے مختار کی اس تحریک کی مخالفت نہ کی بر خلاف اس کے محبان اہل بیت کو مختار کی پیروی اور قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے میں ان کا ساتھ دینے کی پوری تاکید کی۔

مختار اہلبیت کی نظر میں

اہل بیت طاہرین کی حدیثیں بتاتی ہیں کہ مختار ان حضرات کے نزدیک کتنی بلند منزلت رکھتے تھے ان کے دل میں اہل بیت کی کتنی گہری محبت تھی۔ علامہ ابن عقدہ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے ان کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ علامہ کشیؒ لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے مختار کو برا کہنے سے ممانعت فرمائی۔ مختار کا حال لکھتے ہوئے امام محمد باقرؑ کا یہ فقرہ کشیؒ نے نقل کیا ہے کہ

"مختار کو برا نہ کہو انھوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہمارے کنواروں کو بیاہا تنگی کے وقت ہم لوگوں پر مال تقسیم کیا"

مختار کو برا کہنے کی ممانعت دلیل ہے اس بات کی کہ امام ان کے فعل سے راضی اور ان کے کردار کو مستحسن سمجھتے تھے اگر امام مختار میں کوئی ایسی خرابی معلوم ہوتی جس کی وجہ سے ان پر طعن کرنا ضروری ہوتا تو برا کہنے سے ممانعت نہ فرماتے جیسا کہ آپ نے گمراہ کرنے والوں کو برا کہنے سے کبھی منع نہیں فرمایا۔ آپ کا یہ ارشاد کہ مختار نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ثبوت ہے اس کا کہ مختار نے جو کچھ کیا

اور جو کچھ تحریک چلائی وہ خالص بنیت ہے۔ اہل بیت کی شروع ہی سے یہ روش رہی کہ انھوں نے ایسے وقت جبکہ تقیہ کا محل نہ تھا نہ جان کو کوئی خوف تھا اہل باطل کی کبھی تصدیق نہ کی نہ ان کی بدعتوں میں ان کی حمایت کی جو کچھ حقیقت ہوئی واشگاف کہدی بغیر توریہ یا اغماض کے۔ رسول اللہ مسیلمہ کذاب کو بہلا کر بڑی زحمتوں سے بچ سکتے تھے امیرالمومنینؑ طلحہ و زبیر کو ڈھیل دے کر اپنی طاقت میں وہ چند اضافہ کر سکتے تھے امام مظلوم ظاہرداری کے طور پر یزید سے مصالحت کر کے جان بچا سکتے تھے مگر ان میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ باطل کی حمایت کسی سے بھی ممکن نہ ہو سکی اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختار اہل بیت کی نظروں میں کتنے ممدوح تھے اور اگر وہ باطل کے مدعی ہوتے نبوت یا امامت کا کوئی خیال ان کے دماغ میں سمایا ہوتا تو حضرات اہل بیتؑ ان کی اس ضلالت کو بیان کرنے سے کبھی باز نہ رہتے نہ ان کی مدح و ثنا فرماتے نہ وہ دوسروں کو برا کہنے سے روکتے نہ ان کے کارناموں پر شکر گزاری کرتے نہ ان کے مرنے پر رنج و ملال کا اظہار اور ان کیلئے دعائے رحمت فرماتے۔ عبداللہ بن شریک بیان کرتے ہیں حکم بن مختار نے امام محمد باقرؑ سے اپنے باپ مختار اور ان پر جو طعن و تشنیع کی جاتی تھی اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ کیا مختار نے ہمارے گھروں کی تعمیر نہیں کی ہمارے قاتلوں کو قتل اور ہمارے خون کا انتقام نہیں لیا خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ اسی سلسلہ گفتگو میں آپ نے حکم کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا خداوند عالم

تمھارے باپ پر اپنی رحمت نازل کرے اگر مختار مقرب شیعہ اور مخلص دوستدار اہل بیت نہ ہوتے تو کبھی امام ان کے لئے دعائے رحمت نہ فرماتے۔ دعائے رحمت فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ مختار کا کوفہ میں قیام درست تھا اور جو تحریک چلائی وہ پسندیدہ تھی اگر مختار پاکدامن پاک نفس اور ان خرابیوں سے دور نہ ہوتے جو موالاۃ اہل بیت سے مناسبت نہیں رکھتیں تو تین مرتبہ آپ ان کے لئے رحمت کی دعا نہ کرتے آپ کے لئے یہ ممکن تھا کہ مختصر طور پر جواب میں کہدیتے کہ کیا مختار نے ہمارے گھروں کی تعمیر اور ہمارے قاتلوں کو قتل نہیں کیا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ امام محمد باقرؑ نے تقیہ کے طور پر ان پر دعائے رحمت کی ہو اس لئے کہ امام کو حکم سے خطرہ کس بات کا تھا حکم کوئی صاحب اثر و اقتدار بھی نہ تھے۔ کیا حرج تھا کہ جب ایک شخص صرف اصل واقعہ آپ سے پوچھنے کے لئے آیا تھا آپ کھلے لفظوں میں حقیقت کا اظہار کر دیتے۔

مختار علماء کی نظروں میں

انھیں حدیثوں کی بنا پر جو ثبوت ہیں کہ امام نے ان کے لئے دعائے رحمت کی لوگوں کو انھیں برا کہنے کی مخالفت فرمائی۔ علماء یہ یقین کرنے پر مجبور ہوئے کہ مختار کی نیت درست تھی وہ مخلص دوستدار اہل بیت تھے چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ دشمنان آل محمد نے مختار کو جتنی بھی تہمتیں لگائی ہیں ان سب سے وہ پاک و صاف ہیں چنانچہ علامہ ابن داؤد نے اپنے رجال میں ابن طاؤس نے تحریر میں علامہ حلی نے خلاصہ میں استرابادی نے نہج المقال کے حاشیہ پر کامل حائری نے منتہی المقال میں سید مصطفےٰ نے نقد الرجال میں محقق اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ میں سید یوسف بن محمد نے جامع الاقوال میں۔ ابراہیم خوئی نے

مخلص مقال میں سید حسن بروجردی نے اپنے قصیدہ عمدۃ المقال میں الحاج ملا علی تبریزی نے اس قصیدہ کی شرح بہجۃ الامال میں الحاج میرزا حبیب اللہ خوئی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ پر صاف صاف لفظوں میں ان کی، پاکیزگی نفس خلوص محبت اہل بیت کا اعلان فرمایا ہے ان سب نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ ہر پست و ذلیل بات سے پاک تھے اور یہ کہ نیکو کار سابقین میں تھے۔

یہی رائے بیشمار علماء کرام کی ہے۔ علامہ ابن نما اپنی کتاب اخذ الثار کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے مختار کے فضل و شرف کا ذکر کیا ہے اور ان لوگوں پر تعریض کی ہے جنھوں نے مختار کی قبر کی زیارت سے روگردانی کی درانحالیکہ مختار مقرب بندۂ الٰہی اور اہل بیت کے سچے دوستدار تھے۔

مختار کی مذمت میں حدیثیں

مختار کی جلالت قدر ان کی محبت اہل بیتؑ، اہل بیتؑ کے نزدیک ان کی منزلت معلوم ہونے کے بعد ان روایتوں کی کوئی قیمت نہیں رہتی جو ان کی مذمت میں وارد ہیں اگر ہم بفرض محال ان حدیثوں کو صحیح بھی مان لیں محض اس وجہ سے کہ ان حدیثوں کے بیان کرنے والے معتبر لوگ تھے تب بھی یہ کہے بغیر چارہ کار نہیں کہ یہ حدیثیں تقیہ کی پیداوار ہیں اور محض حکومت وقت کے خوف سے وارد ہوئیں ہم یہاں وہ حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) مستطرفات السرائر میں ابان بن تغلب کی کتاب سے بسلسلہ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا بروز قیامت پیغمبر خدا کا جہنم کی طرف سے گذر ہوگا آپ کے ساتھ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ

و امام حسینؑ بھی ہوں گے جہنم سے ایک شخص تین مرتبہ فریاد کرے گا یا رسول اللہ ہماری مدد کیجئے آنحضرت کوئی جواب نہ دینگے پھر وہ شخص امام حسینؑ کو تین مرتبہ پکارے گا کہ میری مدد کیجئے میں آپ کے دشمنوں کا قاتل ہوں رسول اللہ فرمائیں گے اس شخص نے تم پر اپنا حق قائم کر دیا ہے امام مظلوم مثل عقاب جھپٹ کر اس شخص کو جہنم سے نکال لیں گے۔ اس حدیث کا راوی سماعہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا حضور میری جان قربان یہ کس شخص کا ذکر ہے آپ نے فرمایا مختار! میں نے پوچھا کیوں؟ وہ جہنم میں کس وجہ سے ڈالے جائینگے جبکہ انھوں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے امام نے فرمایا اس وجہ سے کہ ان کے دل میں ان دونوں کی محبت تھی قسم بخدا اگر جبرئیل و میکائیل کے دل میں بھی ان دونوں کی ذرا بھی محبت ہوتی تو خداوند عالم انھیں منھ کے بل جہنم میں ڈالدیگا۔

(۲) شیخ طوسی رح کی تہذیب میں بسلسلہ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہمراہ پل صراط سے گذریں گے۔ جب وسط میں پہونچیں گے تو مختار فریاد کرینگے اے حسینؑ اے ابو عبداللہ میں نے آپ کے قاتلوں سے آپ کا انتقام لیا ہے پیغمبرؐ فرمائیں گے حسینؑ! مختار کی مدد کرو۔ امام حسینؑ مثل عقاب کے جھپٹ کر مختار کو جہنم سے نکال لیں گے اور اگر مختار کا دل چیرا جاتا تو ان دونوں کی محبت ان کے دل میں پائی جاتی۔

(۳) رجال کشی میں مغیرہ بن سعید کے حالات میں بسلسلۂ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا امام حسنؑ کے لئے ایک کذاب تھا جو آپ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی باتیں کہتا۔ آپ نے

نام نہیں لیا) امام حسینؑ کیلئے بھی ایک کذاب تھا (اس کا بھی نام آپ نے نہیں لیا) اور مختار امام زین العابدینؑ کے کذاب تھے آپکی طرف منسوب کر کے جھوٹی باتیں بیان کرتے تھے اسی طرح مغیرہ بن سعید میرے پدر بزرگوار امام محمد باقرؑ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی باتیں بیان کرتا تھا۔

(۴) دربندی کی اسرار الشہادۃ میں سلسلہ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم صداقت شعار اہل بیت میں ہمیشہ کوئی کذاب ہماری طرف منسوب کر کے جھوٹی باتیں بیان کرتا رہا اور اپنی دروغ گوئی سے ہماری سچائی کو لوگوں کی نظروں سے گراتا رہا اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا امام حسینؑ مختار کے ذریعہ مبتلا ہوئے

انھیں حدیثوں کے ذریعہ دشمنان مختار۔ مختار کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں حالانکہ یہ حدیثیں جھوٹے کذاب و مفتری اشخاص کی من گھڑت ہونے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ انھیں دیوار پر پھینک مارا جائے مستطرف والی روایت کے سلسلہ اسناد میں ایک راوی زرعہ ہے جس کے متعلق علامہ حلی نے اپنی کتاب خلاصہ میں صراحت کی ہے کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی حدیثیں ناقابل اعتبار ہیں۔

تہذیب والی روایت کے سلسلہ اسناد میں دو راوی ناقابل اعتبار ہیں۔ ایک احمد بن ہلال جس سے امام حسن عسکریؑ نے بیزاری کا اظہار فرمایا اس کے غلو اور ناصبیت کی وجہ سے دوسرا امیہ بن علی قیسی جو ضعیفوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ امیہ بن علی قیسی نے یہ حدیث کس سے سنی تاکہ اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا کہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔

کشی والی روایت کے سلسلہ اسناد میں ایک شخص خثعمی ہے اس نام کے دو شخص گذرے ہیں ایک معتبر دوسرا غیر معتبر روایت میں ذکر ہی نہیں کہ کون خثعمی مراد ہے۔

دربندی کی اسرار الشہادۃ والی روایت کے سلسلہ اسناد میں محمد بن خالد طیالسی ہے جسے نجاشی نے ضعیفوں میں شمار کیا ہے غضائری نے اس کی حدیثوں کو سختی سے ناقابل قبول قرار دیا ہے کیونکہ یہ شخص مرسل حدیثیں بیان کرتا اور زیادہ تر ضعیف راویوں سے روایت کرتا ہے۔

یہ حال ہے ان چاروں حدیثوں کے اسناد کا بھلا ایسی روایتوں کو کون ناقابل اعتبار سمجھ سکتا ہے۔ وہ حدیثیں کشی رہ نے اپنی رجال میں اور لکھی ہیں جنھیں سرسری طور پر دیکھنے میں جناب مختار کی مذمت نکلتی ہے لیکن اگر غور سے ان حدیثوں کا جائزہ لیا جائے تو امام کی اصل غرض مخفی نہیں رہتی۔ پہلی حدیث عمر بن علی بن الحسین سے مروی ہے وہ یہ کہ مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں چالیس ہزار دینار بھیجے آپ نے قبول فرمایا اور اس سے اولاد عقیل کے گھر تعمیر کرائے جو منہدم کرا دیئے گئے تھے اور مختار نے جب اپنی تحریک چلانے کے بعد پھر آپ کی خدمت بہ ہزار دینار بھیجے تو آپ نے قبول نہیں کئے۔

دوسری حدیث جبریل بن احمد سے بسلسلہ اسناد مروی ہے کہ مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں عراق کے تحفے ہدایا بھیجے۔ ان کے قاصد نے آکر دروازہ پر اذن باریابی طلب کی امام نے کہلا بھیجا کہ ہمارے دروازہ سے چلے جاؤ ہم کذابین کے ہدایا قبول نہیں کرتے

نہ ان کے کذب کو تسلیم کرتے ہیں مختار کے قاصد نے خط پر سے امام زین العابدینؑ کا نام کاٹ کر محمد بن حنفیہ کا نام لکھدیا۔

اس دوسری روایت کے اسناد کے سلسلہ میں ایک شخص عبیدہ ہے جسے ابن طاؤس نے ضعیف قرار دیا ہے۔

بالفرض ہم ان دونوں روایتوں کو صحیح بھی مان لیں تو امام نے جس وجہ سے مختار کا خط کھول کر پڑھا بھی نہیں اور ان کے ہدایا واپس کر دیئے وہ ظاہر ہے یہ صرف حکومت وقت کے خوف سے تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب تک مختار نے اپنی تحریک چلائی نہ تھی اور انکی حکومت قائم نہ ہوئی تھی آپنے اُن کا ہدیہ قبول کر لیا کیونکہ اسوقت آپ کو حکومت وقت سے ڈرنے اور تقیہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اگر یہ توجیہہ نہ کی جائے تو یقینی طور پر امام کے فعل میں تناقض لازم آئے گا کہ ایک مرتبہ تو آپ نے ان کے ہدایا قبول کر لئے۔ اور ایک مرتبہ واپس کر دیئے۔

بھلا امام زین العابدینؑ مختار کو کیونکہ جھوٹا کہہ سکتے تھے جب کہ آپ ان کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ عمرو ابن علی ابن الحسین کی حدیث میں ہے کہ جب ابن زیاد اور عمر ابن سعد کے سر آنکے پاس لائے گئے تو آپ سجدہ میں گر پڑے اور فرمایا اس خدا کا شکر جس نے ہمارا انتقام لے لیا خداوند عالم مختار کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔ اگر امام زین العابدینؑ مختار سے ناراض ہوتے اور ان کی تحریک کی وجہ سے انھیں جھوٹا سمجھتے ہوتے تو آپ اُن کے لئے ہرگز دعا نہ فرماتے اور آپ کی دعا فضول و عبث ہوتی۔

رہ گئی وہ روایت جو کتاب المختصر میں درج ہے کہ مختار نے امام زین العابدین ع کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے قبول کرنا گوارا نہ کیا پھر واپس کرنے میں ڈرے بھی آپ نے اُسے گھر میں رکھ چھوڑا جب مختار قتل ہوگئے تو آپ نے عبدالملک بن مروان کو اس کی اطلاع کی عبدالملک نے لکھا کہ آپ اُسے اپنے خرچ میں لائیں۔

یہ روایت تین وجہوں سے ناقابل اعتبار ہے ایک اس وجہ سے کہ کن لوگوں سے یہ حدیث مروی ہے اس کا پتہ بھی نہیں چلتا تاکہ ہم فیصلہ کرسکیں کہ بیان کرنے والے معتبر ہیں یا غیر معتبر۔

(۲) جناب مختار جب قتل ہوئے اس وقت تک عبدالملک بادشاہ ہوا ہی نہ تھا پھر آپ اس سے ڈرتے کیوں اس وقت تو حکومت عبداللہ بن زبیر کی قائم تھی آپ ابن زبیر سے ڈرتے اور اس سے خط و کتابت کرتے تو کہیں زیادہ ٹھیک ہوتا۔

(۳) امام کی کراہیت قبول کرنے میں اس وجہ سے نہ تھی کہ آپ مختار سے ناراض تھے بلکہ عبداللہ بن زبیر کی ظالم حکومت سے آپ ڈرتے تھے جو اس وقت حجاز میں قائم تھی امام نے قبول کرنے میں تامل کرکے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ ہم میں اور مختار میں راہ و رسم نہیں اور انھوں نے کوفہ میں علمِ حکومت ہماری اجازت سے نہیں بلند کیا۔ اگر آپ مختار سے ناراض ہوتے تب تو آپ کو چاہئے تھا کہ ہدیہ ضرور قبول کرلیتے کیونکہ یہ اپنے حق کی وصولی ہوتی ان لوگوں سے جو زبردستی حاکم بن بیٹھے تھے جیسا کہ آپ کے بزرگوں کا شیوہ رہا کہ وہ اپنے زمانے کے سلاطین کے ہدایا قبول کیا کئے۔ ان حضرات کا نظریہ تھا۔ یہ مال جسے حکام جور ہتھیائے

ہوئے ہیں ہمارا وہ حق ہے جس سے ہم محروم کر دیئے گئے ہیں مانع کے برطرف ہو جانے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ اُسے رد کر دیا جائے پھر ایسے وقت جب کہ اس مال کو قبول کرنے میں مذہب باطل کی حمایت بھی نہ ہوتی ہو۔ امام زین العابدینؑ کو ایسی حالت میں چاہیئے تھا کہ اگر آپ کو مختار کے غلبہ و تسلط سے خوف لاحق تھا تو آپ مال قبول کر لیتے اور مخفی طور پر لوگوں کو مختار کی نیت کی خرابی بتلا دیتے حالانکہ کسی کو بھی اس امر میں شک و شبہ نہیں کہ امام زین العابدینؑ کو مختار سے کسی قسم کا خوف نہ تھا کیونکہ مختار کی حکومت عراق تک محدود تھی اور امام زین العابدینؑ مدینہ میں تھے جو حجاز میں ہے۔ مختار آپ کو مدینہ میں کوئی ضرر پہونچا ہی نہیں سکتے تھے۔

یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام زین العابدینؑ مختار کا ہدیہ واپس کرنے میں ڈرتے کیوں؟ آپ کو مختار کی ایذا رسانی کا چونکہ کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے تقیہ کی تو سرے سے گنجائش نہ تھی البتہ راز یہ تھا کہ کہیں ہدیہ کے واپس کرنے کی وجہ سے مختار کی پوزیشن کمزور نہ ہو جائے لوگ ان سے بے سوچے سمجھے برگشتہ نہ ہو جائیں اور حاکم وقت کو اس کی اطلاع اس لئے کر دی کہ آپ اس کے غیظ و غضب سے محفوظ رہیں اور اس کے ذہن نشین کرا دیں کہ ہم ہر انقلابی تحریک سے الگ ہیں۔

علامہ ابن حجر اور جناب مختار

ابن حجر نے جناب مختار کے خلاف جی کھول کر زہر افشانی کی ہے اور ان کو حقیر و سباب ثابت کرنے میں ایسی دلیلیں پیش کی ہیں

جن کی رکاکت پوری طرح واضح ہے۔ اصابہ میں جناب مختار کا تذکرہ کرتے ہوئے موسیٰ بن اسمٰعیل سے ایک حدیث روایت کی ہے جسے اس نے بسلسلہ اسناد مغیرہ بن ثابت بن ھرمز سے نقل کیا کہ مختار مدائن سے جہاں ان کے چچا۔ امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی طرف سے گورنر تھے کچھ مال لیکر آئے۔ ایک تھیلی نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کی جس میں ۱۵ درہم تھے اور کہا یہ بازاری عورتوں کی کمائی ہے ہے امیرالمومنینؑ نے فرمایا وائے ہو تم پر مجھے بازاری عورتوں کی کمائی سے کیا سروکار، پھر آپ نے مختار کے واپس جانے پر کہا خدا اس کو قتل کرے اگر اس کا دل چیر کر دیکھا جائے تو لات و عزیٰ کی محبت سے بھرا ہوا ملے گا۔

یہ حدیث موسیٰ ابن اسماعیل کی جس کے متعلق خود ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال میں ابن خراش کا قول مذکور ہے کہ لوگوں نے اس موسیٰ بن اسماعیل کے متعلق کلام کیا ہے اور وہ متروکین سے ہے۔ یہی حال ثابت بن ھرمز کا بھی ہے میزان الاعتدال میں ہے کہ ابن جوزی نے اسے متروکین میں شمار کیا ہے

اس روایت کے کذب و افترا ہونے کا سبب سے بڑا ثبوت خود اس روایت کا مضمون ہے کہ مختار سعد بن مسعود گورنر مدائن کے پاس سے بازاری عورتوں کی کمائی لے کر امیرالمومنینؑ کے پاس آئے حالانکہ سعد بن مسعود کی پاکیزہ نفسی اور برائی کو خرابی سے پاک ہونے پر تمام علماء رجال کا اتفاق ہے لہذا کیونکر ممکن ہے کہ سعد بن مسعود طوائفوں کی کمائی امیرالمومنین کے پاس بھیجتے جبکہ

وہ اس کی حرمت سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

ابن حجر نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ صحیح مسلم کے حوالہ سے انھوں نے اسماء بنت ابی بکر کی ایک روایت نقل کی ہے اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ حضرت سرور کائنات نے فرمایا ثقیف میں ایک کذاب و سفاک شخص پیدا ہوگا، اسماء نے شہادۃ دی کہ وہ کذاب مختار ہیں۔

یہ عبارت ہے ابن حجر کی اصابہ میں جسے پڑھ کر ہم انتہائی حیرت میں پڑ گئے ایک تو اس حدیث میں توقف کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ اسماء نے یہ نہیں کہا کہ پیغمبر خدا نے مختار کو کذاب کہا بلکہ انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم ابن حجر کو ان علماء و مورخین میں سمجھتے تھے جو احادیث کو من و عن اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں بغیر کتر بیونت اور اپنی خواہش کے مطابق تصرف کے لیکن جب ہم نے صحیح مسلم میں اس حدیث کو شروع سے آخر تک دیکھا تو پتہ چلا کہ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرنے میں بڑی شرمناک خیانت کی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بغض و عو[illegible] کی وجہ سے بڑے بڑے علماء کیسی کیسی جعل سازی اور افترا پرد[illegible]ذرتے ہیں اور اپنی بلند پایہ کتابوں کو مہملات و مزخرفات سے داغدار بنا دیتے ہیں۔ ہم صحیح مسلم کی پوری حدیث کا ترجمہ یہاں درج کرتے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ابن حجر نے ایک صحابیہ پر کیسی زبردست تہمت لگائی ہے کہ انھوں نے گواہی دی کہ وہ کذاب مختار ہیں۔

مسلم نے صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ پر باب ذکر کذاب ثقیف میں، بسلسلۂ اسناد ابی نوفل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو مدینہ کی گھاٹی میں سولی پر لٹکا دیکھا قریش والے وہاں آتے جاتے یہاں تک کہ عبداللہ بن عمر بن خطاب کا گذر ہوا انھوں نے ابن زبیر کا لاشہ دیکھ کر کہا سلام ہو تم پر اے حبیب سلام ہو تم پر اے حبیب سلام ہو تم پر اے حبیب میں پہلے ہی تمھیں اس چیز سے روک رہا تھا میں پہلے ہی تمھیں اس امر سے روک رہا تھا خدا کی قسم تم ہمیشہ روزہ دار عبادت گزار صلۂ رحم کرنے والے رہے خدا کی قسم وہ امت جس کی بہت بڑی فرد تم قرار دیئے جاتے ہو بہترین امت ہے پھر عبداللہ بن عمر چلے گئے۔ جب حجاج کو ابن عمر کے ان فقرات کی اطلاع ملی تو اس نے آدمی بھیجکر درخت کے تنے پر سے ابن زبیر کی لاش اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں ڈلوا دی پھر ان کی ماں اسماء بنت ابی بکر کو بلا بھیجا انھوں نے آنے سے انکار کیا دوبارہ آدمی بھیجا کہ سیدھی طرح چلی آؤ ورنہ میں چوٹیاں پکڑ کر کھینچ بلاؤں گا اسماء نے اب بھی انکار کیا اور کہلایا کہ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ آؤں گی جب تک کوئی آکر مجھے چوٹی پکڑ کر کھینچ کر نہ لے جائے حجاج خود اسماء کے پاس جا پہنچا اور کہا دیکھا تم نے میں نے دشمن خدا کے ساتھ کیا سلوک کیا اسماء نے کہا تم نے اس کی دنیا خراب کی اُس نے تمھاری آخرت خراب کر دی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بیٹے کو فرزند ذات النطاقین کہتے تھے بیشک میں ذات النطاقین ہوں۔

حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ ثقیف میں ایک کذاب

سفاک ہو گا، کذاب کو تو ہم دیکھ چکے سفاک تم ہی ہو سکتے ہو، حجاج اٹھ کر چلا گیا اور پھر ان کے پاس نہیں آیا۔

یہ صحیح مسلم کی اصل حدیث کا ترجمہ ہے کہیں بھی اس حدیث میں مذکور نہیں کہ اسماء نے مختار کے کذاب ہونے کی شہادۃ دی بلکہ احتمال اس کا ہے کہ انھوں نے کذاب سے مراد حجاج کو لیا لیکن اس کے خوف سے گول مول لفظوں میں کہا یا ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد قبیلہ ثقیف کے کسی اور شخص سے رہی ہو حجاج و مختار کے علاوہ۔

پھر اس حدیث کے راویوں میں وہ مکار و فریبی انسان مغیرہ بن شعبہ ہے جو کہا کرتا کہ اگر لوگ ایک دروازہ سے نکلیں تو میں ہزار دروازوں سے نکل سکتا ہوں۔

کیا اسکے راویوں میں اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب نہیں جس پر حضرت علیؑ نے لعنت فرمائی تھی کیا اس کے راویوں میں مغیرہ بن اخنس بن شریق نہیں جس نے حضرت عثمان سے کہا تھا کہ علیؑ کی طرف سے آپ بے فکر رہئے میں علی ع کو دیکھ لوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا اے ملعون اور منقطع النسل کے فرزند اور وہ درخت جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ کیا تم مجھے دیکھ لوگے بخدا ہرگز اللہ نے اس شخص کو قوت نہیں بخشی جس کا مددگار تیرے ایسا آدمی ہو نہ ایسے شخص کو استواری بخشی جسے تیرے ایسا آدمی استادہ کرنے والا ہو نکلو ہمارے پاس سے جو تیرے امکان میں ہو کر ڈال اگر میں ترس کھا بھی جاؤں تو اللہ تجھ پر ترس کھانیوالا نہیں (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۱)

کس سے پوچھا جائے کہ اسماء کی کن لفظوں سے نکلتا ہے کہ

انھوں نے اپنے مبہم فقرہ میں کذاب سے مراد خصوصیت کے ساتھ مختار کو لیا۔ کیونکہ ابن حجر نے صحابہ پر بہتان تراشی اور ان کی طرف غلط بات منسوب کرنا جائز سمجھ لیا؟ مختار پر انھوں نے جو زیادتی کی ہے اس کی خدا ہی کے یہاں ان کو جوابدہی کرنی پڑے گی۔

ابن حجر کی اس افترا پردازی اور بہتان تراشی کو دیکھنے کے بعد ہر ایسی کتاب نظر سے گر جاتی ہے جس میں شیعیان اہل بیت اور ان کے ناصروں کے خلاف کینہ وعناد کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس لئے ان کتابوں کو نظر کر دینا ہی مناسب تھا لیکن چونکہ مختار کے تذکرہ میں ان شکوک وشبہات اور اعتراضات کا بھی تذکرہ آجاتا ہے جو مخالفین نے انھیں حقیر وسباب ثابت کرنے کیلئے ان پر وارد کئے ہیں اس لئے ہم نے اتنی سطریں لکھنے کو ضروری سمجھا۔ انھیں ابن حجر نے اصابہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مختار شروع شروع خارجی تھے پھر زیدی ہوئے پھر رافضی ہوئے ذرا اندازہ کیجئے کہ کس طرح حقائق کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے اور کس قدر کثرت سے بے بہرو پا باتیں گھڑنے کی عادت پڑ گئی ہے بھلا مختار زیدی کیونکر ہو سکتے ہیں جناب زید تو اس سال پیدا ہوئے جس سال مختار شہید ہوئے کیا زید کی ولادت سے پہلے ہی مختار زیدی تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ مختار چونکہ اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والوں میں تھے اور انھوں نے دشمنان اہل بیت کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس جرم کی بنا پر انھیں جو بھی القاب وخطابات دیے جائیں وہ کم ہیں

مسند احمد بن حنبل | امام احمد نے بھی یہی روش اختیار کی ہے

اور اپنی مسند میں ایسی حدیثیں درج کی ہیں جن کے سلسلہ اسناد کے سبھی راوی مفتری و کذاب ہیں چنانچہ جلد ۵ صـ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں۔

مجھ سے بہز بن اسد نے بیان کیا اس نے حماد بن سلمہ سے سنا اس نے عبدالملک بن عمیر سے اس نے رفاعہ بن شداد سے۔ رفاعہ کہتے ہیں کہ میں مختار کے حفاظتی دستہ میں شامل ان کی پشت پر کھڑا رہا کرتا جب ان کے جھوٹے دعوے مجھ پر ظاہر ہوئے قسم بخدا میں نے چاہا کہ تلوار کھینچوں اور ان کی گردن اڑا دوں مگر مجھ کو رسول خدا کی حدیث یاد آگئی جو مجھ سے میرے بھائی عمرو بن حمق نے بیان کی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی پر بھروسہ کرے اور وہ غداری کر کے اسے قتل کر دے خداوند عالم اسے غداری کا علمبردار بنائے گا۔

ابن نمیر سے روایت کی ہے کہ اس نے ابو عمر بن عمر عیسی قاری سے سنا اس نے سدی سے اس نے رفاعہ سے رفاعہ کہتے ہیں کہ میں مختار کے پاس گیا مختار نے میرے لئے ایک مسند ڈال دیا اور دوسرے مسند کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر بھائی جبرئیل اس پر سے اٹھ کر نہ گئے ہوتے تو یہ بھی میں تمھارے لئے ڈال دیئے ہوتا۔

میں نے چاہا کہ اسی وقت مختار کی گردن اڑا دوں۔ مگر مجھے پیغمبر خدا کی ایک حدیث یاد آگئی جو مجھ سے میرے بھا عمرو بن حمق نے بیان کی تھی کہ جو مومن کسی دوسرے مومن پر بھروسہ کرے اور وہ اس مومن کو قتل کر ڈالے تو میں اس قاتل سے بری ہوں۔

یہ دو حدیثیں مختار کی مذمت میں امام احمد نے مسند میں درج کی ہیں اور ان میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں کیونکہ پہلی حدیث کے

راویوں میں حماد بن سلمہ اور عبد الملک بن عمیر ہیں آپ ان دونوں کے حالات علامہ ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال میں دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علمائے رجال نے ان دونوں کی حدیثیں قبول کرنے سے انکار کیا ہے عمیر بن عبد الملک کے متعلق علمائے رجال کا کہنا ہے اس کا حافظہ خراب تھا اس نے بہت سی حدیثیں ایسی بیان کی ہیں جسے کسی دوسرے نے نہیں بیان کیا اور بسا اوقات منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔

دوسری حدیث کے راویوں میں ایک سدی ہیں جن کے متعلق سارے علمائے رجال نے دروغ گوئی۔ تفسیر بالرائے اور حدیث میں کمزور ہونے کا حکم لگایا ہے ابن معین۔ عقیلی۔ ابو حاتم۔ طبری شعبی لیث سبھی کے اقوال ان سدی کے متعلق ابن حجر نے، تہذیب التہذیب میں اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کئے ہیں لہذا ایسے شخص کی حدیثوں پر بھروسہ کرنا کہاں تک ممکن ہے؟ اور یہ کذاب شخص کیونکر ثقہ سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر دوسری حدیث کے دونوں ٹکڑے الٹ پلٹ بھی ہیں اس کا ابتدائی حصہ بتاتا ہے کہ مختار بھی مسیلمہ وسجاح جیسے تھے جس طرح ان دونوں نے دعوائے نبوت کیا اسی طرح مختار نے بھی کیونکہ جبریل امین نبی مرسل ہی پر نازل ہوتے ہیں اور حدیث کا آخری ٹکڑا بتاتا ہے کہ وہ مومن تھے جب ہی تو انھیں یہ حدیث یاد آئی کہ "جو مومن کسی دوسرے مومن پر بھروسہ کرے" انصاف کیجئے کہ ایک شخص جو مدعی نبوت ہو وہ مومن کب ہو سکتا ہے؟

ایک بڑا ثبوت اس حدیث کے جھوٹی ہونے کا یہ ہے کہ رفاعہ

بن شداد جناب مختار کے ہمراہیوں میں تھے اکھنیں کی معیت میں لڑتے ہوئے قتل ہوئے ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

انا ابن شداد علی دین علی لست لعثمان بن اروی بولی

میں فرزند شداد علیؑ کے دین پر ہوں میں عثمان کا دوستدار نہیں ہوں لہذا اگر شداد مختار کو ان کی تحریک میں سچا نہ سمجھتے ہوتے تو ان کی حمایت میں جان کیوں دیتے (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صنا ۱۲)

اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ مختار نے بھائی جبریل والی بات زبان سے نکالی تو مورخین نے بے سوچے سمجھے اور غور و فکر کئے بغیر ان کی طرف دعوائے نبوت کی نسبت دیدی۔ اصل بات یہ ہے کہ مختار نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے قاتلان حسینؑ ایک ایک کر کے قتل کئے جائیں جس نے بھی کربلا میں یزیدی فوج کا ساتھ دیا ہو وہ اس کی یاداشت ضرور بھگتنے۔ یہ کام وہ اکیلے نہیں کر سکتے تھے جب تک ایک بہت بڑی جمیعت کو بھی اپنے ساتھ نہ لیتے پھر اس وقت وہ چکی کے دو پاٹ میں گھرے ہوئے تھے ایک طرف دمشق کی حکومت تھی دوسری طرف عبداللہ بن زبیر نے حجاز و عراق میں علم بغاوت بلند کر رکھا تھا دونوں ہی مختار کے جانی دشمن تھے ایسی صورت میں جب تک وہ ایسی تدابیر نہ اختیار کرتے جن کے ذریعہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں وہ انتقام خون حسینؑ کے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے لہذا جس قسم کے لوگ ہوئے جیسی ان کی عقل اور سمجھ ہوئی ویسی ہی ان سے باتیں کیں کسی سے یہ کہا کہ فرشتہ میرے پاس وحی لیکر آتا ہے

توکسی سے فضائل اہل بیت بیان کئے۔ واقعہ کربلا پر اپنے حزن واندوہ کا اظہار کیا یہاں تک کہ انھوں نے کرایہ پر کچھ عورتیں مہیا کیں جو عمر سعد کے دروازہ پر پہنچکر امام مظلوم پر گریہ و بکا اور نوحہ و ماتم کرتیں۔ عمر سعد کے لڑکے حفص نے مختار کے پاس آکر شکایت کی کہ ان نوحہ کرنے والیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے باپ کے دروازہ پر بیٹھ کر نوحہ و ماتم کیا کرتی ہیں۔ مختار نے کہا حسینؑ اس قابل تھے کہ ان پر گریہ وزاری کی جائے۔ حفص نے کہا خدا آپکا بھلا کرے ان عورتوں کو منع کر دیجئے مختار نے کہا اچھی بات ہے پھر انھوں نے ابو عمرو کو روانہ کیا وہ اسی وقت عمر سعد کا سر لئے ہوئے مختار کے پاس آئے حفص ابھی وہیں کھڑا ہوا تھا (عقد فرید جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ ذکر مختار)

ان تمام باتوں سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مختار ہر ایسی بات سے پاک وصاف تھے جو ان کے دامن کو داغدار بنانیوالی ہوتی پھر لطف یہ ہے کہ مرزبانی اپنی کتاب الشعراء میں لکھتے ہیں کہ مختار کا ایک غلام تھا جس کا نام جبرئیل تھا وہ اسی جبرئیل کے متعلق کہتے کہ جبرئیل میرے پاس آئے جبرئیل میرے پاس سے گئے عوام الناس جنھیں توریہ کی تمیز نہیں ہوتی وہ سمجھ بیٹھے کہ جبرئیل سے مراد روح الامین ہیں اور اسی کو لوگوں نے ان پر طعن کرنے کا ذریعہ بنا لیا۔

حدیث کرسی

اسی قبیل سے کرسی اور طیور والی حدیث ہے علامہ طبری لکھتے ہیں کہ مختار نے اپنے ہمراہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"گذشتہ امتوں میں جتنی باتیں ہو چکی ہیں وہ اس امت میں بھی ہو کر رہیں گی۔ بنی اسرائیل میں ایک تابوت تھا جس میں

آل موسیٰ و آل ہارون کے تبرکات تھے ویسا ہی تابوت ہم میں بھی ہے اسے میدان جنگ میں رکھدو کہ حضرت علیؑ کے تبرکات سے ہے۔"

چنانچہ حریر و دیباج کے کپڑوں میں ڈھانک کر وہ تابوت نکالا گیا اس تابوت کے محافظ موسیٰ بن ابی موسی الاشعری تھے جو طرفدار ان مختار سے تھے کیونکہ ان کی ماں ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔ جب موسیٰ پر کثرت سے نکتہ چینی اور اعتراضات ہونے لگے تو انھوں نے تابوت کی حفاظت چھوڑ دی اور ان کی جگہ حوشب برسمی آگیا یہاں تک کہ مختار قتل ہوئے (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۴۲ کامل المبرد جلد ۳ صفحہ ...)

حدیث طیور

زمخشری ربیع الابرار کے باب الاحتیال والمکیدہ میں مبرد اپنی کامل جلد ۳ صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ جب ابراہیم بن مالک اشتر، ابن زیاد سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے تو مختار نے اپنے مخصوصین میں سے کسی کو ایک سپید کبوتر دیا اور کہا کہ جب دیکھنا لڑائی کا رنگ ہم لوگوں کے خلاف جا رہا ہے تو اس کبوتر کو اڑا دینا اور لشکر میں تقریر کرتے ہوئے کہا

"میں محکم کتاب میں پاتا ہوں کہ خداوند عالم بھیرے ہوئے ملائکہ کے ذریعہ تمھاری مدد کرے گا جو بادل کے نیچے کبوتر کی شکل میں آئیں گے۔"

جب دونوں صفیں مقابل ہوئیں اور ابراہیم کے لشکر کے قدم اکھڑنے لگے تو ان لوگوں نے کبوتر کو اڑا دیا۔ کبوتر کو دیکھتے ہی لوگوں نے ملائکہ ملائکہ کی آواز بلند کی اور پلٹ کر ابن زیاد کی فوجوں پر زبردست

حملہ کیا۔ ابن زیاد کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ یہاں تک کہ ابن زیاد بھی قتل ہوا۔

یہ دو حدیثیں ایک کرسی والی دوسری طیور والی جناب مختار کے دشمن ان کی مذمت تنقیص میں بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں وہ مختار جن کا کوئی قصور اسکے سوا نہ تھا کہ وہ قاتلین حسینؑ سے انتقام کے طالب اور انھیں کیفر کردار کو پہونچانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو مختار میں خرابی کونسی ثابت ہوتی ہے جبکہ یہ طے ہے کہ ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ ان بد ترین خلائق قاتلین حسینؑ کو ان کے انجام تک پہونچائیں۔

اگر اسکے لئے انھوں نے ایسے حیلے اور تدبیریں اختیار کیں جو نہ شرعاً ممنوع تھیں نہ عقلاً ان میں کوئی خرابی تھی تو کونسا گناہ انھوں نے کیا۔ جنگ نام ہی مکر و فریب کا ہے لڑائی میں عام طور پر ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں جن سے اپنے ساتھیوں کی ہمت بڑھے اور دشمن پر غلبہ حاصل ہو اور جس مقصد سے جنگ لڑی جا رہی ہے وہ مقصد بروے کار آئے خصوصیت کے ساتھ ایسے وقت میں جبکہ انھیں تدبیروں سے قاتلان حسینؑ کا خاتمہ ہوا۔ اور مخدرات عصمت و طہارت کا سوگ بڑھنے کی صورت نکلی۔ چنانچہ روایات بتاتی ہیں کہ جب تک مختار نے ابن زیاد کا سر نہ بھیجا تھا اس وقت تک بنی ہاشم کی کسی عورت نے نہ مہندی لگائی نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا نہ بالوں میں کنگھی کی امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ پانچ برس تک کسی ہاشمی عورت نے نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا نہ کسی ہاشمی گھر میں دھواں اٹھتے دیکھا گیا یہاں تک کہ ابن زیاد

قتل ہوا۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ مختار نے قاتلان حسینؑ کے سر بھیجے۔

کوفہ والوں نے جناب مختار کو جی بھر کے بدنام کیا ان کی مذمت و تنقیص میں نت نئی باتیں تصنیف کیں۔ ہر شخص کی زبان پر مختار کے لئے یہی لفظیں تھیں کہ وہ جعلساز ہیں کذاب ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا۔ مختار نے ان کوفہ والوں کے بچوں کو یتیم ان کی عورتوں کو بیوہ ان کے گھروں کو منہدم اور ان کی جائدادوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا اور بڑے بڑے بزہ دار اور سرغنہ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا غرض کہ جس نے بھی قتل حسینؑ میں شرکت کی تھی کوئی بھی ان کے عتاب سے محفوظ نہ رہا یہاں تک کہ مختار نے اپنے پولیس افسر ابو عمرہ کو حکم دیا تھا کہ ایک ہزار مزدور فراہم کرو تاکہ ان تمام لوگوں کے گھر منہدم کر دیئے جائیں جو حسین سے جنگ کے لئے نکلے تھے۔ یہ ابو عمرہ ایسے تمام لوگوں کو اچھی طرح پہچانتے تھے (اخبار الطوال صـ ۱۸۶)

ابو عمرہ نے ایسا ہی کیا کوفہ کا ہر کھنڈر مکان ابو عمرہ کا منہدم کردہ تھا اس واقعہ کے بعد کوفہ والے کسی نادار کی ناداری کا اظہار کرتے وقت بطور مثل کہا کرتے دخل بیتک ابو عمرہ ابو عمرہ تمھارے پیچھے پڑ گیا

کوفہ میں جتنے غلام تھے اپنے اپنے آقا کے سر کاٹ کر مختار کے پاس لاتے مختار ان غلاموں کو آزاد کر دیتے اور ان کے آقا کا سارا مال و اسباب اسکے حوالے کر دیتے کوفہ والوں کے اسی پروپگنڈے سے متاثر ہو کر بعض مورخین مختار کے بارے میں توقف میں پڑ گئے حالانکہ توقف کی

کوئی وجہ نہ تھی نہ تو کوئی تاریخی بنیاد تھی نہ کوئی معتبر حدیث صرف لوگوں کے پروپگنڈے تھے جو سلسلہ بہ سلسلہ چلے آرہے تھے

کتاب تنزیہ الانبیا اور تاریخ طبری

میں ہے اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے جو جناب

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں اور طبری نے اپنی تاریخ جلد ششم صـ۹ پر بسلسلہ اسناد اسماعیل ابن راشد سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ جن دنوں مدائن میں فروکش تھے مختار نے اپنے چچا سعد بن مسعود کو جو حضرت علیؑ کی طرف سے مدائن کے گورنر چلے آرہے تھے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ امام حسنؑ کو قید کر لیجئے اور معاویہ کے پاس بھیجدیجئے اسطرح آپ کو انعام واکرام بھی بہت حاصل ہوگا اور آپ کا درجہ بھی بڑھ جائیگا سعد نے مختار کو جھڑک دیا اور کہا تھا کہ خدا تمھارا ناس کرے کیا تم چاہتے ہو کہ میں نواسۂ رسولؐ کو قید کر لوں ؟

یہ حدیث بھی انھیں حدیثوں جیسی ہے جن کے سلسلہ رواۃ میں کوئی تو مجہول الحال ہے اور کوئی کذاب ومفتری۔ طبری کی حدیث کے سلسلہ اسناد میں ایک تو اسماعیل بن راشد ہے دوسرے عبدالرحمان مجازی جن کا علمار رجال نے کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ یہ دونوں مجہول و گمنام ہیں لہذا ان کی کسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور بالفرض اگر ہم مان بھی لیں کہ مختار نے واقعتاً اپنے چچا کو ایسا مشورہ دیا تھا تو اس سے یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ مختار اپنے چچا کو پرکھنا چاہتے تھے وہ ڈرتے تھے کہ کہیں میرے چچا بہک نہ جائیں اور دولت وجاہ کی لالچ میں پڑ کر امام حسنؑ کے دشمن نہ ہو جائیں اس وقت بڑے بڑے لوگ دولت وجاہ کی لالچ

میں بھاگ گئے تھے ۔

جب عبید اللہ بن عباس ۵ لاکھ درہم نقد لیکر امام حسنؑ کے لشکر کو خیرباد کہہ کر معاویہ کے پاس چلے گئے تھے تو سعد کا بھاگ جانا کونسا مشکل تھا اسی لئے مختار شریک اعور سے ملے جو اکابر شیعہ سے تھے اور ان سے اپنا خدشہ بیان کیا اور پوچھا کہ اگر ہمارے چچا بھی ایسی حرکت کر بیٹھیں تو کیا کرنا چاہیئے۔ شریک نے انھیں رائے دی کہ ان سے مخفی طور پر ایسی ایسی بات کہو اگر انھوں نے آمادگی ظاہر کی تو اس وقت مناسب تدابیر عمل میں لائی جائیں گی اور امام حسنؑ کو یہاں سے کسی محفوظ مقام پر پہونچا دیا جائے گا

جب مختار نے اپنے چچا کو ٹٹولا تو انھیں اہلبیت کا سچا وفادار پایا۔ مختار کی غرض پوری ہوگئی اور چچا کی طرف سے انھیں اطمینان رہا کہ وہ غداری کے مرض میں مبتلا نہیں۔ (علامہ میرزا محمد علی الاردباری نے اپنے رسالہ المختار میں مجالس المومنین سے اس واقعہ کو نقل کیا۔

"اور اگر علی سبیل التنزل ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ مختار نے واقعاً اپنے چچا سے ایسی بات کہدی اور وہ اہلبیت کے دوستدار نہ تھے تب بھی یہ کہنا کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری وقت میں بھی اہلبیتؑ کے دشمن ہی رہے ہوں؟ ائمہ اہلبیتؑ کے ارشادات اور علماء اعلام کے تصریحات انکی جلالت و مرتبہ اور ان کی اچھائی کے شاہد ہیں لہذا لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ شروع زمانہ میں جیسے بھی رہے ہوں آخر زمانہ میں وہ یقیناً سچے محب اہل بیت ہو گئے تھے۔ اس کا ثبوت اُن کے مستحسن خدمات ہیں ان کے سچے اقوال ہیں انتقام خون حسینؑ کیلئے ان کی جد و جہد ہے ائمہ طاہرینؑ کی ان کے حق میں دعائے خیر اور انھیں برا کہنے سے ان سے

اظہار بیزاری کرنے سے ان کی ممانعت ہے نیز علمائے اعلام کی غیر معمولی حمایت ہے۔

مختار کے متعلق یہ اتہامات اور بہتان تراشیاں کوئی حیرت انگیز بھی نہیں جبکہ سواد اعظم نے ملت جعفریہ کے بہت سے اکابر و جلیل القدر علمائے اعلام کو نہیں بخشا ہے جیسے زرارہ ابن اعین، یونس بن عبد الرحمن قمی، مومن طاق ہشام بن حکم۔ نیز انھیں جیسے دوسرے بزرگان اسلام۔ مختار بھی انھیں میں سے ایک تھے۔

مختار کی طرف فرقہ کیسانیہ کا انتساب

اسی طرح فرقہ کیسانیہ کو بھی مختار کی طرف زبردستی منسوب کر کے مختار کی عقیدت و محبت امام زین العابدین اور ان کے آباء طاہرین کی اطاعت و انقیاد کو مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ زمانہ حال کے مشہور مصری عالم استاد محمد ابو زہرہ اپنی کتاب الامام الصادق میں ان اثرات کا ذکر کرتے ہوئے جو شہادۃ حسین کے سبب مومنین کے نفوس پر طاری ہوئے لکھتے ہیں۔

اس اثر سے ان لوگوں نے بہت شدت سے فائدہ اٹھایا جو جذبات سے فائدہ اٹھانے کے ماہر تھے تاکہ ان جذبات کو کامیاب بنا کر عقائد و نظریات سے اپنی برگشتگی کا اظہار کر سکیں۔ امام حسین کی شہادۃ کے بعد بہت شدت سے یہ فائدہ اٹھایا گیا وہ اس طرح کہ مختار ثقفی جو پہلے تو خارجی تھے پھر علی اور اولاد علی کے شیعوں میں داخل ہو گئے یہ مسلم بن عقیل کی ہمراہی میں کوفہ پہنچے جب کہ مسلم امام حسین کی طرف سے کوفہ آئے تھے۔

پھر ابو زہرہ نے مختار کے افکار و نظریات ذکر کئے ہیں جس کی وہ تبلیغ کیا کرتے اور یہ کہ فرقہ کیسانیہ انھیں مختار کے خیالات و افکار کا حامل تھا یہ فرقہ سبائیوں کی طرح

اہل بیت میں سے کسی کی الوہیت کا قائل نہ تھا پھر اس فرقہ کیسانیہ کے بعض نظریات کا ذکر کرکے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں۔

"مختار کے افکار انھیں کی ذات پر ختم نہیں ہوئے بلکہ وہ افکار ایسے بدترین تخم کے مانند تھے جو زمین میں ڈالنے کے بعد خراب پھل ہی پیدا کرتا ہو۔

اسی طرح علامہ ابوزہرہ کے قلم کی آتش فشانیاں بڑھتی گئی ہیں اور وہ اپنی کتاب کے صفحات سیاہ کرتے گئے ہیں بڑی مشاقی اور مہارت سے طعن پر طعن کی ہو ان کے ایک جملہ کی چوٹ کم نہیں ہونے پاتی کہ دوسرا جملہ اس سے بھی سخت ملتا ہو ہم ان کی سب باتوں پر تبصرہ نہیں کر سکتے چند باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ کہ ابوزہرہ نے جناب مختارؒ کے خارجی ہونے کا قطعی حکم لگادیا ہے لیکن نہ کوئی حوالہ دیا نہ ثبوت انھوں نے ایک گمنام شخص کے قول کی بنا پر یہ حکم لگا دیا اس گمنام شخص کا قول علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نقل کیا ہے۔ ویقال انہ کان فی اول امرہ خارجیاً ثم صار زیدیاً ثم صار رافضیاً۔ (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵۱۹) کہا جاتا ہے کہ مختار شروع شروع خارجی تھے پھر زیدی ہوئے پھر رافضی ہو گئے۔

ہم اس فقرہ کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہیں کہ یہ انتہائی صریحی ظلم ہو اور پڑھے لکھے لوگوں جیسی باتیں نہیں پھر بات بھی ایسی مضحکہ خیز ہے کہ بچے بھی ہنس دیں اس لئے کہ اس قول میں مذکور ہے کہ جناب مختار پہلے خارجی تھے پھر زیدی ہو گئے پھر رافضی ہوئے حالانکہ زیدی فرقہ کا مختار کے زمانہ میں وجود ہی نہ تھا۔ مختار پہلی صدی میں گزرے ہیں امام حسینؑ کے بعد اور فرقہ زیدی دوسری صدی کی پیداوار ہے۔ مختار ۶۷ھ میں شہید ہوئے اور جناب زید بن علی بن الحسینؑ جن کی طرف فرقہ زیدیہ منسوب ہے ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ لیں

کی غلطی سے زیدی کا لفظ غلط چھپ گیا تو شہر صادر افضیا پھر مختار رافضی ہو گئے کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ یہ رافضی کی لفظ بھی تو جناب زیدی کے زمانہ میں باتفاق مورخین عالم وجود میں آئی۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مختار کے متعلق ابو زہرہ نے دوسری بھی جو باتیں لکھی ہیں وہ سب بھی غلط اور مضحکہ انگیز ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابو زہرہ نے لکھا ہے مختار مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفے پہونچے تاریخ کی روشنی میں یہ بھی غلط ہے اللہ ہی جانے علامہ ابو زہرہ نے کس کتاب میں یہ بات دیکھی اور کس بنیاد پر ایسی بات لکھی اس لئے کہ مختار تو کوفہ میں مقیم تھے جناب مسلم کوفہ پہنچ کر انھیں کے یہاں مہمان ہوئے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ استاد ابو زہرہ کو چاہئیے تھا اور ان کے درجہ و منزلت کے انسان کے لئے مناسب بھی یہی تھا کہ وہ پہلے اچھی طرح سوچتے سمجھتے پھر کوئی فیصلہ صادر کرتے اس لئے کہ مختار کے متعلق بہتیرے پروپاگنڈے کئے گئے ہیں۔ مختار نے چونکہ بنی امیہ کی حکومت کے خلاف محاذ قائم کیا دشمنان اہل بیتؑ اور قاتلان حسینؑ سے انتقام لیا اس لئے بہت سے لوگ ان کی طرف سے دل میں کینہ رکھتے ہیں۔

بنی امیہ نے مختار کو بدنام کرنے کے لئے اپنے ہر ممکن وسائل سے کام لیا اس معاملہ میں ان لوگوں نے بھی بنی امیہ کا ساتھ دیا جن کے خویش و اقارب مختار کی تلوار سے مارے گئے۔ مختار نے قاتلان حسینؑ سے چن چن کر انتقام لیا تھا۔ مختار سے بحث کرتے وقت اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے اور انھوں نے دشمنان اہل بیت کے مقابل جو طرز عمل اختیار کیا وہ ملحوظ خاطر رہے تو مختار کے متعلق جلدی سے فیصلہ کر دینا آسان نہ ہوگا۔

ہم نے علامہ کے متعلق اندازہ کیا ہے کہ بغیر مقدمات قائم کئے اکثر نتیجہ پیدا کر لیا کرتے ہیں اور بغیر ثبوت و شاہد کے فیصلہ صادر کر دیتے ہیں یہ چیز نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے تمام مذاہب کا غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ

کیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے بے لاگ لکھا ہے۔

حق و انصاف یہ نہیں ہو کہ وہ مشتبہ معاملے سے گریز کریں نہ یہ انصاف ہو کہ کھوٹی باتیں قبول کرلیں انھوں نے اپنے کو بمنزلہ مدعی کے نہیں بلکہ بمنزلہ حاکم قرار دیا ہو لہذا ان کے لئے ضروری تھا کہ ہوائی باتوں کو سن کر فیصلہ نہ صادر کر بیٹھیں۔

فرقہ کیسانیہ علامہ ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

" مختار کے ان افکار و نظریات کی وجہ سے جن کی وہ تبلیغ کیا کرتے فرقہ کیسانیہ وجود میں آیا جو ان کے نظریات کا حامل تھا "

پھر علامہ نے اس فرقہ کے عقائد ذکر کئے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں ــــــ

" یہ نظریات بلاشبہ منحرف نظریات ہیں اور اگرچہ بہت کم لوگ اس فرقہ میں داخل ہوئے پھر بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فرقہ نے ان خیالات فاسدہ کے لئے دروازہ کھول دیا جو بعد میں پیدا ہوئے۔

مختار نے اگرچہ حسینؑ کا انتقام لیا اور مومنین کے دل خوش کئے مگر انہوں نے اپنے افکار و نظریات سے بہت سے مفاسد کھڑے کردیئے اور کفر کے درجہ تک پہونچ گئے اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مختار نے ایک عمل صالح کو بے شمار بری باتوں میں خلط ملط کردیا "

ہم کہتے ہیں کہ مختار نے اپنے عمل صالح کو کسی بری بات سے خلط ملط نہ کیا وہ اپنے نفس کے لحاظ سے بھی صالح تھے اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ ان پر جتنے اتہامات لگائے جاتے ہیں اور بد اعتقادی کا الزام رکھا جاتا ہو وہ صریحی ظلم ہے ان کے دشمنوں نے ان باتوں کو گڑھا اور زمانہ کی ریاست نے انھیں شہرت دی صرف اس لئے کہ ان کی نیکنامی داغدار ہو جائے اور انھوں نے انتقام خون حسینؑ کی جو تحریک اٹھائی

وہ تحریک ناکام ہوجائے۔

امام زین العابدینؑ نے ان کو دعائیں دی تھیں ان کے اس زبردست احسان اور کارنامے پر امام محمد باقرؑ شکرگزار ہوئے تھے ان کی گرانقدر لفظوں میں مدح وثنا فرمائی تھی اور ان کے لئے دعائے رحمت کی تھی۔ اسی طرح امام جعفر صادقؑ نے بھی شیعہ علماء بھی اس وقت سے لے کر آج تک ان کی مدح وثنا کرتے آئے اور دشمنوں کے اتہامات کو غلط ثابت کیا کیے ان پر اسی شخص نے لب کشائی کی جو ان کے حالات سے بےخبر تھا۔

رہ گیا علامہ کا یہ کہنا کہ مختار کے افکار ونظریات کی وجہ سے جن کی وہ تبلیغ کیا کرتے فرقہ کیسانیہ وجود میں آیا جو ان کے نظریات کا حامل تھا تو یہ قول صحت وواقعیت سے انتہائی بعید ہے اس لئے کہ ہم متقدمین کی کتابوں میں اس کا کوئی پتہ ونشان نہیں دیکھتے۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسیؒ نے کتاب الغیبۃ میں فرقہ کیسانیہ کا ذکر کیا مگر انھوں نے اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا کہ یہ فرقہ مختار کی طرف نسبت رکھتا ہو۔

علامہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں بہت سے فرقوں کا ذکر کیا ہے انھوں نے اس فرقہ کے مختار کی طرف منسوب ہونے کو نہیں لکھا۔

سید مرتضیٰ رازی نے تبصرۃ العوام میں لکھا ہو کہ "فرقہ کیسانیہ دعویٰ کرتا ہے کہ ابومسلم خراسانی بھی ہم ہی میں سے تھا لیکن یہ قول غلط ہو" انھوں نے بھی سرے سے مختار کا ذکر نہیں کیا۔

اگر ہم بفرض محال مان بھی لیں کہ فرقہ کیسانیہ مختار کی طرف منسوب ہو تو اس سے مختار پر کیا حرف آتا ہو اگر صرف اس وجہ سے کہ فرقہ کیسانیہ اپنے کو مختار کی طرف منسوب کرتا ہے مختار کا دامن داغدار ٹھہرے تو حضرت اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ کے متعلق کیا کہا جائے گا جن کی طرف فرقہ اسماعیلیہ اپنے کو منسوب کرتا ہے۔

علامہ نوبختی لکھتے ہیں کہ مختار کو کیسان اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے افسر پولیس ابو عمرہ کا نام کیسان تھا۔

مختصر یہ کہ فرقہ کیسانیہ کا مختار کی طرف منسوب ہونا یہ نہیں ثابت کرتا کہ مختار ہی اس فرقہ کے بانی بھی ہیں۔ مختار کی طرف جو نظریات منسوب کئے جاتے ہیں مختار ان سے کوسوں دور تھے اور لوگوں نے محض تنگ نظری اور تعصب سے کام لے کر ان نظریات کو مختار سے نسبت دے دی۔

مختارِ اہلبیت علیہم السلام

از برکات حضرت صدر المفسرین آیۃ اللہ فی العالمین حجۃ الاسلام
والمسلمین مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ گوپالپوری۔ مفسر انوار القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ الطیبین
الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من یومنا ھذا الی یوم الدین۔

امابعد ہر مومن کا دوسرے مومن پر لازم حق یہ ہے کہ حاضرانہ و غائبانہ یعنی اس کے سامنے اور پیٹھ پیچھے جان و مال سے بقدر امکان اس کی نصرت و مدد کرے خاص کر کے اس مومن کی جس نے دین حق اور ائمہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام خصوصاً حضرت سید الشہداء روحی وارواح العالمین لہ الفدا کی نصرت اور حمایت و طرفداری میں ان کے سامنے یا ان کے بعد اپنے خون کے قطرے ان پر نثار کئے ہوں یا پسینہ ہی بہایا ہو۔ منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے ایسے کار خیر میں حصہ لیا اور کافی بہرہ حاصل کیا مختار بن ابو عبیدہ ثقفی علیہ الرحمہ والرضوان ہیں جنھوں نے حمایت شہید کربلا میں ان کے قاتلوں اور قاتلوں کے فعل پر راضی اور خوشنود رہنے والوں کو چن چن کر قتل کیا اور ان کی مقررہ جگہوں پر ان کو پہونچا دیا یا خنک کہ ان مظلوموں کے قدموں پر اپنی جان عزیز تک نثار کر دی۔ مختار علیہ الرحمہ کے کارناموں اور ہمدردیوں اور دینی حقوق پر تاریکی کا ایسا موٹا پردہ پڑا ہوا ہے کہ شیعی دنیا کی بہت سی فردیں بھی ان کی عزت و شرافت

جلالت قدر بلکہ حسن خدمت سے بھی بے خبر ہیں حمایت و نصرت اولیاء خدا خصوصاً حضرت سید الشہداء صلوات اللہ علیہم اجمعین وہ برگزیدہ اور عزیز و محبوب منزلت ہے کہ اگر یقینی کافر بھی دامے درمے سخنے قدمے یا یوں کہیئے کہ جان و مال سے اس منزلت تک پہنچنے کا شرف حاصل کرے تو بیشک و شبہ وہ بھی مدح و ثنا اور نصرت و حمایت دوستداران اہلبیت ابرار کا حقدار اور بارگاہ خداوند عادل و غفار میں تخفیف عذاب کا مستحق ہے۔

اس واقعہ کو علماء فریقین نے لکھا ہے کہ ایک فقیر سیدانی اپنے یتیم بچوں کو لے کر شہر سمرقند پہونچیں قاضی شہر سے جو مسلمان تھا کچھ کھانے کا سوال کیا اس نے سیادت کا ثبوت طلب کیا۔ پرائے شہر میں وہ بی بی اپنی سیادت پر گواہ کہاں سے لاتیں مایوس ہو کر ایک مجوسی کے دروازہ پر گئیں اور سوال کیا اس نے اولاد رسول کا نام سن کر ان کی بہت عزت کی اور کھانا اور کپڑا دیا اس کے صلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اس کو بہشت کی بشارت دی اور اس بشارت پر وہ مع اپنے اہل و عیال کے ایمان لایا۔ انتہیٰ باختصار[1]

غرض یہ کہ جب ایک سیدانی کے ساتھ ہمدردی کرنے سے مجوسی بہشت کا حقدار ہوا اور ایمان لا کر اس میں داخل ہوا تو جد السادات مظلوم کربلا شہید نینوا کے ساتھ ہمدردی کرنے والا کافر بدرجۂ اولیٰ اس کا حق رکھتا ہے کہ اگر مومن مرے تو بہشت میں داخل کیا جائے اور کافر مرے تو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے اور اس مطلب پر حدیثیں بھی شاہد ہیں جن کو ذکر کرنا باعث طوالت ہے اور اس رسالہ کو طول دینا مقصود نہیں ہے۔

---

[1] تذکرہ خواص الامہ مصنفہ سبط ابن جوزی ؒ

حقوق مومن و ناصر و حامی اہلبیت کرام کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے مختار علیہ الرحمہ جیسے ناصر و ہمدرد و شہید راہ خدا کی حمایت کو اپنا فریضہ سمجھ کر ان کے حقوق کو اخوان مومنین پر ظاہر کر دینا ضروری سمجھا اور اس رسالہ کا نام مختار اہلبیت یعنی برگزیدہ اہلبیت رکھا۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (روم پ ۲۱ آیت ۴۶) (اور ہم لوگوں پر حق ہے کہ مومنوں کی مدد کریں۔

زمانۂ حمل آقا محمد بن احمد نجفی مختار نامہ میں لکھتے ہیں زائدہ[۱] بن قدامہ نے بیان کیا کہ مختار بن ابو عبیدہ جب ماں کے پیٹ میں تھے تو ان کی ماں نے بیان کیا کہ میں آسمان سے آواز سنا کرتی تھی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اے عورت اس جنین کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا کیونکہ یہ اہلبیت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا دوستدار ہوگا اور آل محمدؐ کے دشمنوں کو خدا کی مدد سے دنیا سے کم کرے گا۔ جعفر ابن نما علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مختار کے باپ ابو عبیدہ عقد کے لئے عورت کی تلاش کر رہے تھے ایک روز خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ وہب بن عمیر کی بیٹی دومہ سے نکاح کرو چنانچہ انھوں نے دومہ سے نکاح کیا اور ان کو مختار کا حمل رہا۔ زمانۂ حمل میں دومہ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم کو ایسے بچے کی خوشخبری دیتا ہوں جو ایسے وقت میں مثل شیر کے ہوگا جب کہ لوگ سختی میں ہوں گے اور ہر شہر میں جنگ ہوتی ہوگی۔ یہ لڑکا صاحب نفع و خیر ہوگا جب مختار پیدا ہوئے تو دومہ نے پھر خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اس بچے کی پیشانی سے بچپن ہی میں سعادت

---

[۱] زائدہ بن قدامہ ثقفی ابو صلت الکوفی ثقہ و ثبت یعنی بہت معتبر تھے ۱۲ تقریب

اور شجاعت ٹپک رہی ہے اور یہ صاحب حکومت ہوگا اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہوں گے اور جو کچھ اچھے اعمال کرے گا سب کا اچھا بدلہ پائے گا۔

نام و نسب ان کے باپ کا نام ابو عبیدہ بن مسعود کوفی اور ماں کا نام حلیمہ یا دومہ تھا ان کا پدری سلسلہ بنو ثقیف تک پہنچتا ہے ذہبی نے تجرید اسماء صحابہ میں لکھا ہے کہ "ابو عبیدہ نیکو کار صحابہ سے تھے" لیکن میری کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملا۔

بچپنا جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے باپ نے ان کا نام مختار رکھا۔ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ چوں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کی زندگی میں یہ پیدا ہوئے تھے اس لئے ابن عبدالبر نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ (اہلسنت کی اصطلاح میں) جس نے حضرت کو دیکھا وہ صحابی ہے۔ آقا محمد بن احمد نجفی لکھتے ہیں کہ مختار اس دن پیدا ہوئے جس دن حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ جب یہ تین مہینے کے ہوئے تو ان کے باپ نے انتقال کیا اور ماں نے پرورش کی اور ان کے چچا سعد بن مسعود بھی (جو دوستدار ان اہلبیت سے تھے) ان کی نگرانی اور خبر گیری کرتے رہتے تھے۔ جب یہ چار سال کے ہوئے تو ان کے چچا نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا اور انھوں نے قرآن مجید اور دینی واجبات کو پڑھ کر سواری اور تیر اندازی اور نیزہ بازی اور دوسرے فنون سپہ گری کو سیکھا ان کی ماں بیان کرتی ہیں کہ میں نے مختار کو بچوں کے ساتھ سوا زین سواری کرنے اور کشتی لڑنے کے کوئی دوسرا کھیل کھیلتے کبھی نہ دیکھا۔ آقا عطا بن حسام واعظ محمد دق علیہ الرحمہ کے حوالے سے مختار نامہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھا جن میں مختار بھی تھے اور ان کے سر پر گیسو تھا۔ حضرت نے پوچھا یہ کس کا لڑکا ہے کہا گیا کہ ابو عبیدہ کا حضرت نے ان کو بلایا اور اپنے زانوئے مبارک پر بٹھایا اور ان کے سر پر (محبتانہ) ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے میرے بیٹے وہ کون دن ہوگا کہ تو ہمارے دشمنوں سے ہمارے خون کا بدلہ لے گا۔ ابو علی علیہ الرحمہ کتاب منتہی المقال میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ (جو حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب خاص سے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے مختار کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زانوئے مبارک پر بیٹھا ہوا دیکھا اور حضرت ان کے سر پر (محبتانہ) دست مبارک پھیر رہے تھے اور یا کیّس یا کیّس (اے سمجھدار اے سمجھدار) فرما رہے تھے۔ آقا محمد بن احمد کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے مختار کو کیسان کہتے ہیں۔ آقا محمد بن احمد علیہ الرحمہ مختار نامہ میں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جلد دہم بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح بنو اسرائیل میں جو شخص خدا کا مطیع و فرمانبردار نکلا اس نے عزت پائی اور جس نے سرکشی کی اس پر عذاب نازل ہوا تمہارا حال بھی ویسا ہی ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ یا امیر المومنین ہم لوگوں میں گنہگار کون لوگ ہیں فرمایا وہ لوگ جن کو ہم اہلبیت کی تعظیم اور ہمارے حقوق کی حفاظت کا حکم دیا جائے اور وہ اس حکم کی مخالفت کریں اور اس کو بے وقعت سمجھیں اور ہم لوگوں کو قتل کردیں لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ایسا ہوگا

لہ اس روایت کی سند موثق ہے اور دونوں حدیثوں کے اختلاف مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے مختار کو دو مرتبہ زانوئے مبارک پر بٹھایا اور یہ بہت بڑی شرافت ہے۔ ۱۲

فرمایا ہاں یہ بات سچی اور صحیح ہے اور ہو کر رہے گی اور میرے یہ دونوں نورِ عین حسنؑ اور حسینؑ عنقریب قتل کئے جائیں گے اور خداوند عالم ان ظالموں پر دنیا میں بھی عذاب نازل کرے گا اور ان کے فسق اور ظلم کی وجہ سے ایک تلوار کھینچنے والے کو ہمارے فرزندوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ان پر مسلّط کریگا اور وہ اپنی بدکرداریوں کی سزا پائیں گے جس طرح بنو اسرائیل عذاب میں مبتلا کئے گئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ شخص (بدلا لینے والا) کون ہے فرمایا بنو ثقیف کا ایک لڑکا جس کا نام مختار ہو گا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مختار پیدا ہوئے۔

ایک روز اشعث بن قیس ملعون خارجی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی دولت سرا پر حاضر ہوا اور خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی جناب قنبر نے اس کو واپس کیا ابھی اپنی جگہ سے ہٹا نہ تھا کہ حضرت تشریف لائے اور فرمایا اے اشعث تجھ کو مجھ سے کیا کام ہے قسم خدا کی اگر ثقفی لڑکے (مختار) سے بدی کے ساتھ پیش آتا تو تیرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے پوچھا۔ یا امیر المومنین وہ ثقفی لڑکا کون ہو فرمایا ایک لڑکا ہے جو عنقریب حکومت کرے گا اور (بیدین و ظالم) عربوں کے کسی گھر کو بغیر ذلیل کئے ہوئے نہ چھوڑے گا۔ پوچھا یا امیر المومنین وہ کتنے دن حکومت کرے گا اور کب تک زندہ رہے گا۔ فرمایا بیس[ف] ماہ اگر اس وقت تک زندہ رہ سکے (مقاتل الطالبین ذکر مقتل علی علیہ السلام صـ۱۲ چھاپہ ایران)

[ف] ابتداء خروج سے روز شہادت تک مختار علیہ الرحمہ ۱۸ ماہ زندہ رہے۔ ۱۲

جوانی کی بعض حالتیں محمد بن احمد علیہ الرحمہ مختار نامہ میں اور جعفر بن نما علیہ الرحمہ شرح الثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ مختار "شجاعت اور بہادری اور عقل و سمجھ اور ہمت اور سخاوت اور حاضر جوابی میں اپنے زمانہ میں ممتاز اور قوم کے مایۂ فخر و ناز اور بڑے بڑے مہمات کے انجام دینے اور فصاحت و گویائی اور تجربہ و پختگی رائے اور خوبی تدبیر میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے چچا کو مدائن کی حکومت پر سرفراز فرمایا تھا اور مختار ان کے ساتھ رہا کرتے تھے جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو مختار حضرت محمد بن حنفیہ کی خدمت میں مدینۂ منورہ چلے گئے اور اہلبیت کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کی مدح و ثنا اور حضرت امیرالمومنینؑ اور حسنین علیہم السلام کی فضیلتیں دشمنوں سے چھپا کر بیان کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد ریاست و امارت و خلافت کی قابلیت سوائے اہلبیت اطہار کے کسی دوسرے میں نہیں ہے اور ان کے مصائب پر دردمند اور غمگین ہوا کرتے تھے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بعض دوستداران اہلبیت حضرت امام حسن علیہ السلام کو مختار کے چچا کے گھر لائے مختار کہتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری کے وقت میں کوٹھے پر تھا پس نیچے اترا اور امام علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور برابر حضرت کی خدمت اقدس میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت کی شہادت واقع ہوئی۔

مقید ہونے کے اسباب مختار علیہ الرحمہ کے مقید ہونے کے تین سبب

لکھے گئے ہیں۔ پہلا سبب آقا محمد بن احمد علیہ الرحمہ روضۃ الصفا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام مختار علیہ الرحمہ کے گھر سے نکل کر ہانی علیہ الرحمہ کے گھر گئے اور وہاں سے خروج فرمایا اور شہید ہوئے اس زمانہ میں مختار کوفہ سے باہر کسی دیہات میں گئے ہوئے تھے جب حضرت مسلم علیہ السلام کے جنگ کی خبر ملی تو ایک مجاہد فوج لے کر ان کی مدد کے لئے بہت عجلت اور تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن افسوس کہ کوفے کے قریب اس وقت پہنچے جب کہ حضرت مسلم علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ خبر شہادت سن کر چیخ ماری اور غش کھا کر گر گئے جب ہوش میں آئے مجاہد فوج کو واپس کیا اور شہر میں داخل ہوئے عمر بن حارث نے ابن زیاد ملعون سے کہا کہ مختار تیرا اور یزید کا سخت دشمن ہے اور وہ اہل کوفہ کا رئیس ہے اور سب اس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ اہل کوفہ نے مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی ابن زیاد نے ان کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا لیکن جب اس پر ثابت ہو گیا کہ حضرت مسلم کے ساتھ جنگ میں شریک نہ تھے تو قتل سے باز آیا اور قید کر دیا۔

دوسرا سبب ابن زیاد ملعون نے جب عبداللہ بن عفیف کو قتل کیا تو مختار کی رہائی کے بعد جمعہ کے روز خطبہ میں بیان کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے یزید اور اس کی فوج کو فتحیابی کے ساتھ عزت دی اور حسینؑ اور ان کی فوج کو قتل کرا کے ذلیل کیا۔ مختار اس مجمع میں موجود تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے دشمن خدا و رسول تو جھوٹ بولا بلکہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کی فوج کو بہشت میں داخل کر کے عزت دی اور

یزید اور اس کی فوج کو جہنم کا مستحق کر کے ذلیل کیا۔ یہ سن کر ابن زیاد ملعون نے آہنی عصا سے جو اس کے ہاتھ میں تھا ان کی پیشانی کو زخمی کیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔ اشراف کوفہ نے اس سے کہا کہ مختار صاحب حسب و نسب یعنی صاحب فضل و کمال اور شریف النسل ہیں اور عبد اللہ بن عمر ان کے بہنوئی ہیں اس بیان سے ابن زیاد ڈرا اور مختار کو قید کر دیا۔

بتیر الاسباب آقا محمد ابو مخنف علیہ الرحمہ کی کتاب اخذ الثار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء صلوات اللہ علیہ کی شہادت کے بعد بنو امیہ نے خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر ظلم و ستم کرنا شروع کئے تو وہ پورب پچھم جہاں جا سکے نکل گئے اور ابن زیاد ملعون نے کوفہ اور بصرہ میں منادی کرا دی کہ جو شخص علیؑ اور اولاد علیؑ کی بھلائیوں کو ذکر کریگا وہ قتل کیا جائے گا ابو مخنف کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص تھے جن کا نام مختار بن ابو عبیدہ ثقفی تھا وہ روزانہ تین مرتبہ اپنی تلوار کو غلاف سے نکالتے اور کہتے تھے کہ خداوندا مجھے کافی دولت اور کامل حکومت اور آراستہ لشکر عطا فرما تاکہ حسینؑ مظلوم کے خون کا بدلہ ان کے دشمنوں سے لوں۔ یہ خبر ابن زیاد ملعون کو پہونچی اس نے مختار کا مال لوٹ لیا اور ان کو گرفتار کر کے ان کی تلوار سے ان کے منھ پر مارا جس سے آنکھ زخمی ہو گئی۔ اور قتل کرنا چاہتا تھا کہ اس کے دربان دوڑ کر آئے اور کہا اے امیر مختار کے قتل میں جلدی نہ کر کیونکہ ان کے عزیز احد رحایا سوار اور پیادہ تین ہزار سے زیادہ قصر کے نیچے جمع ہو گئے تھے یہ سن کر وہ ملعون ڈرا اور نہایت تاریک و تکلیف دہ قید خانہ میں مختار کو قید کر دیا اور قید خانہ کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان پر

بہت زیادہ سختی کرے اور زخم کا علاج کرنے سے طبیبوں کو منع کر دیا۔

قیدخانہ کی مختصر حالت اور رہائی کی صورت

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار علیہ الرحمہ تین دفعہ قید کئے گئے۔ ایک دفعہ حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کے بعد اور واقعہ کربلا ان کے مقید رہنے کے زمانے میں گذرا اور دو مرتبہ شہادت حضرت سید الشہدا صلوات اللہ علیہ کے کچھ دنوں بعد پہلی دفعہ انھوں نے خط لکھ کر زائدہ بن قدامہ کو دیا (جو ان کے ہم قبیلہ اور بعض حالات کے راوی ہیں) وہ ان کے بہنوئی عبداللہ بن عمر یعنی پسر خلیفہ دوم کے پاس لے گئے اور انہوں نے یزید کو خط لکھا اس نے رہائی کا حکم دیا اور رہا کئے گئے۔ دوسری دفعہ مختار نے عبداللہ بن عمر کو پھر خبر دی انھوں نے یزید کو ملامت کا خط لکھا اور لکھا کہ ابن زیاد کو لکھ کہ مختار کو رہا کر دے ورنہ تیری طرف ایسی فوج بھیجوں گا کہ تو اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا یزید ڈرا اور رہائی کا حکم نامہ لکھ بھیجا اور مختار رہا کر دیئے گئے۔ اور تیسری دفعہ کی رہائی کا مفصل حال ابو مخنف علیہ الرحمہ نے کتاب اخذ الثار میں لکھا ہے جس کو میں مختصر کر کے لکھتا ہوں۔

عمیر بن عامر ہمدانی یا کثیر بن عامر (جو دوستداران اہلبیت سے تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ صفین کی لڑائی میں شریک تھے اور برابر حضرت کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے اور بہت سی حدیثیں حضرت سے لی تھیں) واقعہ کربلا کے بعد بچوں کو پڑھایا کرتے تھے ان میں سنان بن انس ملعون کا لڑکا بھی تھا ایک روز عمیر نے پانی پی کر فلاں

حضرت سید الشہداء صلوات اللہ علیہ و آلہ پر لعنت کی۔ سنان کے بیٹے نے ڈر کا عمیر نے کہا کہ بچے تم ان باتوں سے کام نہ رکھو اور اس بات کو کسی سے نہ کہنا۔ اس ملعون ابن ملعون نے فرصت کے بعد خرابہ میں جا کر اپنے بدن کو چھری سے اور سر کو پتھر سے زخمی کیا اور سر کا خون منھ پر مل لیا اور گھر آ کر اپنی ماں سے کہا کہ معلم نے خلیفہ یزید اور امیر المومنین عبید اللہ پر لعنت کی میں نے اس کو ملامت کی تو اس نے میری یہ گت بنائی ہے۔ اس کی ماں نالہ فریاد کرتی دربار ابن زیاد میں پہونچی شوہر اس کا سنان بن انس وہاں موجود تھا اس سے کل حال بیان کیا اس نے ابن زیاد سے کہا اس نے عمیر کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا عمیر نے کہا اے امیر پہلے پانی پلانے والے سقہ اور دوسرے بچوں کو جو پڑھ رہے تھے بلا کر پوچھ لے پھر جو جی چاہے کر۔ یہ سن کر وہ قتل کرنے سے باز آیا اور اسی قید خانہ میں ان کو قید کرایا جس میں مختار مقید تھے۔ مختار کو انھوں نے بہت تکلیف میں پایا دونوں ہاتھ ان کے گردن میں اس طرح بندھے تھے کہ داہنے بائیں مڑ نہ سکتے تھے اور آنکھوں کے زخم کی تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ میثم تمار بھی جو حضرت امیر علیہ السلام کے خاص صحابی تھے وہیں مقید تھے اور مختار کو اس امر کی بشارت دی تھی کہ تم رہا ہو کر حضرت سید الشہداؑ کے خون کا بدلہ لو گے۔ عمیر کی بھتیجی نے ابن زیاد کے بچوں کو دودھ پلایا تھا اس نے اس کی عورت سے جا کر عمیر کے مقید ہونے کا قصہ بیان کیا اور سفارش چاہی اس نے ابن زیاد سے سفارش کی اور عمیر رہا کئے گئے مختار نے ان سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو تھوڑا کاغذ اور قلم دوات مجھ تک پہونچانا۔ عمیر چھوٹ کر گھر آئے اور بی بی کا دین مہر ادا کر کے ان کو طلاق دی تاکہ مختار تک کاغذ وغیرہ پہونچانے کا راز سوا ان کے کسی کو معلوم نہ ہو اور تین روز پے در پے عمدہ کھانا اور

مختلف قسم کے پھل اور کھانے میں ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار درہم داروغہ قید خانہ کے گھر پہونچایا۔ دو دن وہ خود گھر میں موجود نہ تھا اس کی بیوی کو دیا اور کہا کہ میں نے نذر کیا تھا کہ اگر رہائی ہو گی تو داروغہ کو کھلاؤں گا تیسرے دن داروغہ اپنی جگہ پر اپنے بھائی کو رکھ کر مکان پر خود موجود رہا عمیر کھانے کر پہنچے اس نے ان کو گھر میں بلایا اور کہا جو کچھ حاجت رکھتے ہو بیان کرو میں یقیناً پوری کروں گا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ عمیر مختار کی رہائی کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور حضرت سید الشہداء صلوٰت اللہ علیہ وآلہ کی شہادت سے بھی وہ دردمند اور غمگین تھا عمیر جب اس کی طرف سے مطمئن ہوئے تو اس سے مختار کی حالت بیان کی اور کہا کہ جس طرح ممکن ہو ان تک کاغذ اور قلم دوات پہنچا دو۔ اس نے کہا کہ کل بہت سی روٹیاں، ککڑی اور اخروٹ لانا۔ روٹیوں میں کاغذ اور ککڑی میں قلم اور اخروٹ کے چھلکے میں روشنائی رکھ دینا اور قید خانہ کے پاس آکر مجھ سے کہنا کہ قیدیوں کے لئے نذر کا کھانا لایا ہوں۔ میں کھانا مختار تک پہنچا دوں گا عمیر نے اس کی فرمائش کے مطابق کھانا مہیا کیا اور داروغہ کے پاس لے گئے ابھی یہ کھانا مختار کو پہونچنے نہ پایا تھا کہ ایک حرامزادے لڑکے نے جس کو داروغہ نے بیرون شہر سے لاکر پرورش کر کے جوان کیا تھا اور وہ اس قصے کو کھڑا سن رہا تھا فوراً جا کر ابن زیاد کو ان لوگوں کی تدبیروں سے آگاہ کر دیا۔ وہ خود پہنچا اور ان دونوں کو مع کھانے کے گرفتار کیا اور اس قدر مارا کہ دونوں زخمی ہو گئے اور قتل کرنا چاہتا تھا کہ داروغہ نے کہا کہ اے امیر تم پہلے کھانا دیکھ لو اگر اس میں کاغذ پاؤ ہم لوگوں کو قتل کرو اور دونوں نے خدا سے لو لگائی اور

دل ہی دل میں عرض کیا خداوندا تیری اور تیرے رسول اور اولاد رسول کی خوشی اور ایک دوستدار اہلبیتؑ کی حمایت میں ہم لوگوں نے یہ تدبیر کی ہے اس ظالم کے شر سے ہم لوگوں کو نجات دے۔ ابن زیاد ملعون نے ہر چند مردیثوں کو الٹا پلٹا لیکن کچھ نہ دیکھا خدا نے کاغذ وغیرہ کو اس کی آنکھوں سے چھپا دیا۔ اس نے اس لڑکے سے کہا کہ تو چاہتا تھا کہ میں ان دو بے قصوروں کا خون کروں اور اس کو قتل کیا۔ داروغہ نے کہا اے امیر یہ حرامزادہ تھا اس کو میں نے کوفہ کے باہر پڑا ہوا پایا لاکر پرورش کی۔ میری بی بی نے اس کو دودھ پلاکر اور پال پوس کر جوان کیا۔ حرام[1] زادے بھلائی کا بدلہ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

لقائلہ

زنازادہ ہرگز نیاید بکار
اگرچہ تو احساں کنی بے شمار

الیضاً لہ

امید وفا طینت ناپاک سے افسوس
کیا سرورِ عالم کی خبر[2] بھول گئے

---

[1] اس کلام سے خود ابن زیاد کی بے وفائی کی طرف بھی اشارہ کیا تھا کیونکہ یہ اور اس کا باپ دونوں حرامزادے تھے ۱۲

[2] لَا یُبْغِضُکَ یَا عَلِیُّ اِلَّا مُنَافِقٌ اَوْ وَلَدُ الزِّنَا (اے علیؑ تم سے عداوت نہ کرے گا لیکن منافق یا حرامزادہ) جب جنس کا آدمی حضرت رسولؐ و اولاد رسول جیسے محسنوں کا احسان فراموش ہو غدار و بے وفا نکلے اس جنس سے دوسروں کے ساتھ وفاداری کی امید کیونکر کیجا سکتی ہے اور زنا کا اثر سات پشت تک باقی رہتا ہے ۱۲

بہر حال داروغہ نے وہ کھانا مختار تک پہونچایا۔ مختار علیہ الرحمہ نے دو خط ایک عبداللہ بن عمر کو اور اپنی بہن زوجۂ عبداللہ کو لکھا داروغہ نے خطوں کو عمیر تک پہونچایا عمیر ان کو لے کر مدینہ طیبہ گئے اور عبداللہ کے مکان پر اس وقت پہونچے جب کہ وہ نفیس کھانا سامنے رکھے ہوئے اپنی زوجہ یعنی مختار کی بہن کو کھانے کے لئے بلا رہے تھے اور وہ انکار کر رہی تھیں کہ جب تک میں اپنے بھائی کی سلامتی کی خبر نہ پاؤں گی نہ کھاؤں گی۔ عمیر نے دق الباب کیا عبداللہ نے دروازہ کھولا عمیر داخل ہوئے اور دونوں خط دیئے عبداللہ نے بی بی کو خوشخبری دی۔ زوجہ عبداللہ شوہر سے اجازت لے کر عمیر کے پاس آئیں اور بھائی کی پوری حالت دریافت کر کے گریہ وزاری شروع کی اور اپنے اور اپنی لڑکیوں کے سر کے بال نوچ کر عبداللہ کے پاس رکھدیے اور کہا کہ جب تک میرا بھائی رہا نہ ہوگا میں تمھارے ساتھ ایک چھت کے نیچے اٹھانہ ہونگی عبداللہ نے یزید کو نہایت تاکیدی خط لکھا اور سروں کے بال ایک کپڑے میں لپیٹے۔ خط لے جانے والا کوئی معتبر شخص سوچ رہے تھے کہ عمیر نے کہا میں خود لیجاؤنگا چنانچہ عمیر خط اور سر کے بال لے کر روانہ ہوئے دمشق پہونچکر ایک حجرہ کرایہ پر لے کر ٹھہرے یزید کے پاس پہونچنے کی ہر چند کوشش کی لیکن نہ پہونچ سکے۔ محلہ کی مسجد میں روزانہ نماز پڑھنے جاتے تھے اور نمازیوں سے کہا کرتے تھے کہ خدا رحمت نازل کرے اس پر جو میری حاجت پوری ہونے کے لئے دعا کرے اسی حال میں ان کو سترہ دن گزر گئے۔ اس کے بعد اس مسجد کے پیش نماز ان کے پاس آئے اور باطناً محب اہلبیت تھے۔ ان سے پوچھا کہ وہ حاجت تمھاری کیا ہے مجھ سے بیان کرو اگر ممکن ہوگا ضرور پوری کرونگا۔ انھوں نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا انھوں

نے کہا کہ کیا اپنے راز کے ظاہر ہو جانے سے ڈرتے ہو۔ قسم ہے خداوند عظیم اور رسولؐ کریم اور حق امیر المومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اگر تم مجھ سے بیان کر دگے تو اگرچہ میری جان بھی جائے لیکن تمھاری حاجت ضرور پوری کردں گا۔ جب عمیر ان کی قسم سے مطمئن ہوئے تو پورا قصہ بیان کیا انھوں نے یزید کے غلاموں کی وضع اور لباس کو ان سے بیان کیا اور کہا اسی قسم کا لباس پہن کر جاؤ سات دروازے ملیں گے ہر دروازہ پر نوکردں اور دربانوں کی جماعتیں ملیں گی اور ہر ایک کی پوری حالت بیان کر دی اور کہا کہ ان میں سے کسی کی طرف توجہ نہ کرنا اور نہ سلام کرنا ورنہ وہ اجنبی سمجھ کر روک دیں گے۔ بے تکلف چلے جانا وہ سمجھیں گے کہ یزید کا کوئی غلام ہے ساتویں دروازہ پر طلوع آفتاب سے پہلے پہنچ کر ٹھہر جانا۔ پہلے یزید کے حمام کا سامان لئے ہوئے کئی غلام آئیں گے ان کی طرف توجہ نہ کرنا آخر میں ایک لڑکا نکلے گا جو نہایت خوبصورت اور نیک سیرت ہوگا اور لباس اس کا سیاہ ہوگا کیونکہ وہ دوستدار اہلبیتؑ ہے اور روز شہادت حضرت سید الشہداؑ صلوات اللہ علیہ وآلہ سے لباس سیاہ پہنتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت خدا کرتا ہے اور نام حسینؑ سنتے ہی رونے لگتا ہے روزانہ ایک کمربند بنا کر بیچتا اور اس کی قیمت سے کچھ کھاتا اور کچھ صدقہ کرتا ہے تم اپنی حاجت اس سے کہنا وہ کام انجام دے گا کیونکہ یزید اس کو بہت مانتا ہے اور اس کی خواہش کو رد نہیں کرتا۔ بیتیں نماز کی ہدایت کے مطابق عمیر روانہ ہوئے۔ ساتویں دروازہ پر پہنچے وہ لڑکا نکلا عمیر نے سلام کیا اس نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا کہ اے عمیر ستر ہ

روز تم کہاں تھے میں تمہارا منتظر تھا۔ عمیر نے کہا کہ اے سید پہلے یہ بتایئے کہ میرا
نام اور سترہ دن سے میرا یہاں ہونا آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہا میں نے اپنے مولا
امام حسین ؑ کو خواب میں دیکھا تھا حضرت نے تمہارا نام بتایا اور تمہاری حاجت
بیان فرمائی اور فرمایا کہ ان کی حاجت پوری کر دینا۔ میرے جد بزرگوار تیری اور
عمیر کی شفاعت کریں گے اور تم دونوں کا حشر میرے ساتھ ہوگا میں نے پوچھا
وہ کہاں ہیں۔ فرمایا وہ خود تمہارے پاس آئیں گے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یزید پلید
نکلا اس لڑکے نے اس کو خط دیا اور سر کے بال دکھائے اور کہا کہ اس کام کو
اسی وقت انجام دے۔ یزید نے مختار کی رہائی کا حکم نامہ اسی وقت لکھوا کر
عمیر کے حوالے کیا اور خود عمیر کو ایک عمدہ اونٹ سواری کے لئے اور ایک
خلعت اور پانچسو درہم زادراہ دیئے۔ عمیر وہاں سے خوش خوش روانہ ہوئے
اور کوفہ پہنچتے ہی سیدھے ابن زیاد کے پاس گئے اس نے ان کو دیکھتے ہی کہا
کہ کہیوں عمیر اپنا کام (یعنی مختار کی رہائی کی تدبیر) کر آئے کہاں کر آیا۔ اور
آئیندہ (جو کچھ کرنا ہوگا) کر دوں گا اور یزید کا خط ان کو دیا اس نے فوراً
مختار کو قید سے منگایا سر کے بال کٹوائے حمام کرایا زخم کا علاج کرایا اور
ایک اونٹ سواری کے لئے اور ایک اسباب کے لئے اور ایک پانی کے لئے
اور دس ہزار اشرفی نقد دے کر رخصت کیا مختار اور عمیر دونوں روانہ ہو کر
مدینہ پہنچے بھائی بہن سے ملاقات ہوئی دونوں آپس میں گلے مل کر رو دیئے
اور غش کھا کر گر گئے مختار کو تو افاقہ ہوا لیکن ان کی بہن شادی مرگ میں
گرفتار ہو کر جان بحق تسلیم ہوئیں۔

ادھر یہ واقعات گزرے ادھر یزید پلید جہنم واصل ہوا کوفہ میں اس کی موت کی خبر سنتے ہی ابن زیاد کی اولاد اور نوکروں پر مومنین کوفہ نے حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور مال لوٹ لیا اور قصر کو خراب و برباد کیا - مختار علیہ الرحمہ اجازت کے لئے مدینہ سے مکہ گئے اور خون مظلوم کربلا کا بدلہ لینے کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے حضرت محمد بن حنفیہ نے بہ نیابت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے جنگ کی اجازت دیدی اور ایک اجازت نامہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے دست مبارک کا لکھا ہوا زنان خانہ (حویلی) سے لائے کھولا اور پڑھ کر مسکرائے اور فرمایا صَدَقَ الاِمَامُ العَادِلُ علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام (یعنی مختار کے خون طلبی کے متعلق امام عادل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے (جیسی خبر) درست دی ہے --- اور اس تحریر کو مختار کو دے کر فرمایا کہ میں امام زین العابدینؑ کی طرف سے اجازت دیتا ہوں اور یہ خط میرے پدر بزرگوار کا ہے لو اور بنام خدا اور بہ برکت حضرت رسولؐ و اہلبیتؑ اس کام کو شروع کرو مراد حاصل ہو گی اور مختار کی پیروی اور مددگاری کا لوگوں کو حکم دیتے اور ترغیب و تحریص کرتے تھے۔

مختار اجازت لے کر کوفہ واپس آئے اور ابن زیاد بصرہ سے بھاگ کر دمشق چلا گیا اور مروان علیہ اللعن کو تخت نشین کرنے میں مشغول ہوا۔

حضرت محمد بن حنفیہ شہادت حضرت سید الشہداء صلوات اللہ علیہ واٰلہٖ کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ پر گئے اور لوگوں کے سامنے سے غائب ہو گئے اس کے بعد انہیں دنوں میں ظاہر ہوئے جب کہ مختار علیہ الرحمہ جنگ کی تیاری

کرنے لگے (مقتل ابو مخنف) مختار علیہ الرحمہ نے مصعب بن زبیر سے فرمایا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون کے عوض جس طرح ستر ہزار مارے گئے اسی طرح حضرت سید الشہداء صلوات اللہ علیہ و آلہ کے خون کے عوض میں جب تک میں ستر ہزار اشقیا کو قتل نہ کر لوں گا دم نہ لوں گا۔ جنگ کی تفصیل مختار نامہ میں ملاحظہ کریں۔

فضائل مختار علیہ الرحمہ

(۱) ہاشم بن مثنیٰ بہ سند حسن سدیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مختار کو برا نہ کہو کیوں کہ انھوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا بدلہ لیا ہمارے کنواروں کو بیاہا تنگی کے وقت ہم لوگوں پر مال تقسیم کیا۔

(۲) ابن عقدہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مختار پر رحمت نازل کرنے کی دو مرتبہ دعا کی (رحمہ اللہ رحمہ اللہ) فرمایا۔

(۳) بسند موثق اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے مختار کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زانوئے مبارک پر دیکھا اور حضرت ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے جاتے تھے اور یا کیسؔ یا کیس فرماتے جاتے تھے۔ یہ حدیث اوپر بھی ذکر کی گئی ہے۔

(۴) بہ سند موثق عبد اللہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ بقر عید کے روز ہم لوگ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور حضرت نے حجام کو بلا بھیجا تھا۔ ہم لوگ حضرت کے سامنے بیٹھ گئے کہ اہل کوفہ سے ایک شخص آئے اور حضرت کا دست مبارک ہاتھ میں لے کر بوسہ لینا چاہا حضرت نے روک دیا اور پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ مختار کا بیٹا ابو محمد حکم ہوں اور وہ حضرت سے دور تھے حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس قدر نزدیک بلا لیا کہ قریب تھا گود میں بٹھالیں حالانکہ پہلے ہاتھ کا بوسہ لینے سے روک دیا تھا حکم نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے لوگوںؑ نے میرے باپ کے حق میں بہت کچھ طعن کرنا شروع کیا ہے لیکن کلام وہی معتبر ہے جو آپ فرمائیں۔ فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں عرض کیا کذاب کہتے ہیں (یعنی بہت جھوٹے) حضرت جو کچھ فرمائیں گے اس کو قبول کروں گا۔ فرمایا سبحان اللہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ میری ماں کا مہر اسی روپیہ سے ادا کیا گیا تھا جس کو مختار نے بھیجا تھا۔ کیا مختار نے ہم لوگوں کے مکانوں کو نہیں بنوایا۔ کیا ہمارے قاتلوں کو قتل نہیں کیا۔ کیا ہمارے خون کا بدلہ نہیں لیا۔ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہو کہ مختار حضرت امیر المومنین کی صاحبزادی جناب فاطمہ کے یہاں ٹھہرا کرتے اور ان کا فرش بچھا دیا کرتے اور تکیہ لگا دیا کرتے تھے اور ان سے حدیثیں لی تھیں خدا تمھارے باپ پر رحمت نازل کرے۔ ہمارے حق کو کسی کے پاس نہ چھوڑا ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا بدلہ لیا۔

استاذ الکل مولانا محمد باقر بہبہانی علیہ الرحمہ کے شاگرد مولانا ابو علی علیہ الرحمہ منتہی المقال میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی برائی میں جس قدر حدیثیں ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔

؎ اصطلاح حدیث شیعہ میں لفظ ناس (لوگوں) مخالفوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۵) آقا محمد بن احمد اور آقا جعفر بن علی علیہما الرحمہ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ایک بچے کو دیکھا کہ دوڑ کر چلا اور چوکھٹ پر منھ کے بھل گر گیا امام علیہ السلام بیچینی سے دوڑ کر بچے کے سر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ پناہ چاہتا ہوں اس دن سے جس دن کوفہ کے مقام کناسہ میں تجھے سولی دینگے میں نے عرض کیا مولا یہ بچہ کون ہے؟ فرمایا میرا لڑکا زید ہے اور رونے لگے پھر فرمایا کہ ایک شب میں عبادت خدا میں مشغول تھا کہ آنکھ لگ گئی خواب دیکھا کہ اپنے جدامجد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ اور باقی اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں بہشت میں ہوں۔ حضرت نے ایک حوریہ سے میرا عقد کر دیا ہاتف نے آواز دی کہ آپ کو مبارک ہو اس حوریہ سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا۔ میں نیند سے چونکا اور طہارت کر کے پھر عبادت خدا میں مشغول ہو گیا نماز صبح کے بعد کسی نے دق الباب کیا۔ میں باہر گیا دیکھا کہ ایک شخص ایک نقاب پوش لونڈی ساتھ لئے ہوئے کھڑا ہے اس نے کہا میں علی بن الحسینؑ کو چاہتا ہوں۔ میں نے کہا میں ہی ہوں۔ اس نے کہا کہ مختار نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور عرض کیا ہے کہ ایک لونڈی ان اطراف میں مل گئی ہے تین سو اشرفی میں خرید کیا ہے۔ لونڈی مع اس کی قیمت کے حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ حضرت اس لونڈی کو اپنی خدمت میں رکھیں۔ میں نے لونڈی سے نام پوچھا۔ اس نے کہا حورا (حوریہ) یہ بچہ اسی لونڈی کے بطن سے ہے اور میں نے اس کا نام زید رکھا ہے (جناب زید حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد اپنے بھائیوں

میں سب سے افضل اور عابد، زاہد پرہیزگار فقیہہ بھی اور شجاع تھے (۱۲ منتہی المقال)

(۶) کشی علیہ الرحمہ بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کا سر جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں لائے حضرت نے سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے خون کا بدلا ہمارے دشمنوں سے لیا اور خدا مختار کو جزائے خیر دے۔

(۷) مجلسی علیہ الرحمہ بحوالہ تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مختار کی حالت سے خبر دی اور کوئی زمانہ مقرر نہ فرمایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں خبر دوں عرض کیا ہاں فرمایا آج کے تیسرے سال مختار ہمارے دشمنوں کو قتل کر دیں گے اور فلاں روز ابن زیاد اور شمر کا سر میرے پاس ایسے وقت لائیں گے جب کہ ہم لوگ کھانا کھاتے ہوں گے چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا حضرت نے فرمایا تھا جب دونوں کے سر حضرت کے سامنے لائے گئے تو حضرت نے سجدہ شکر کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے ان دونوں کا سر اس نے مجھے دکھا دیا چونکہ کھانے کے بعد حلوہ دسترخوان پر آیا کرتا تھا اصحاب نے عرض کیا کہ آج حلوہ نہیں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان سروں کو دیکھنے سے بہتر اور کون سا حلوہ ہو سکتا ہے۔

(۸) آقا عطا ابن حسام واعظ مختار نامہ میں لکھتے ہیں کہ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ عثمان یمانی نے کہا کہ میں اپنے مال کا خمس و زکوٰۃ لے کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں گیا کچھ لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے

باتوں باتوں میں مختار کا ذکر آیا ہر شخص نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مختار پر خدا کی رحمت ہو اگر ہمارے شیعوں میں سو آدمی کی طرح ہوتے تو کوئی شخص ہم لوگوں کا حق غصب نہ کرتا۔ پھر فرمایا کہ مختار پہ خدا رحمت نازل کرے کہ انھوں نے ہمارے دلوں کو ٹھنڈا اور خوش کیا۔ ابو طالب کی لڑکیوں اور بنو ہاشم کی عورتوں نے اس وقت تک نہ تو خضاب لگایا نہ سر میں کنگھی کی نہ زینت کی جب تک کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عبید اللہ بن زیاد حرام زادہ کا سر نہ بھیجا۔

(۹) بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تک مختار نے حضرت امام مظلوم کے قاتلوں کا سر نہ بھیجا زنان ہاشمیہ نے نہ سر میں کنگھی کی نہ خضاب لگایا۔

(۱۰) اسی طرح علماء دین نے حضرت زید اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مختار نے بنو امیہ اور بنو سفیان اور بنو ہارون اور بنو زیاد سے ہمارے خون کا بدلا لیا اس کے عوض میں ہم لوگ قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے۔

(۱۱) علی بن اسباط معتبر جماعت سے روایت کرتے ہیں کہ مختار کے بیٹے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میرے باپ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مختار ہم میں سے اور ہمارے خالص دوستوں میں سے تھے۔

(۱۲) بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہم اہلبیت برابر چھپے چھپے پھرے جب تک ملک مختار کے ہاتھ میں نہ گیا اور راستوں پر اور دیہاتوں میں اس کا ذکر و چرچا نہ ہونے لگا۔

(۱۳) بسند معتبر عمر بن علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مختار نے بیس ہزار اشرفی میرے پدر بزرگوار کے پاس بھیجی تو حضرت نے لے لیں اور عقیل اور بنو ہاشم کے مکان جو گرا دیئے گئے تھے ان کو بنوایا پھر چالیس ہزار بھیجیں تو حضرت نے واپس کیں کیونکہ مختار لوگوں کو محمد بن حنفیہ کی طرف بلاتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ واپس کرنے کی صحیح وجہ آگے ذکر کی جائے گی یہ عمر کی ذاتی رائے ہے جو معصوم کے قول و فعل کے مقابل میں مقبول نہیں ہو سکتی۔

ان کے حق میں علماء شیعہ کے خیالات

آیۃ اللہ مولانا سید احمد بن طاؤس علیہ الرحمہ نے مذمت کی حدیثوں کو نقل فرما کر ان کی بے اعتباری ثابت کی ہے اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کو معلوم ہو چکا کہ یہ حدیثیں بے اعتبار ہیں تو اب سمجھو کہ یہ حدیثیں بے اعتبار نہ ہوتیں جب بھی ترجیح اسی کو تھی کہ مختار شکریہ اور مدح و ثنا کے مستحق سمجھے جاتے کیونکہ مختار نے ہزاروں دشمنان اہلبیت کو قتل کر کے جو حالت و منزلت حاصل کی ہے وہ یہ چاہتی ہے کہ راویوں کے بارے میں کہا جائے کہ انہوں نے عداوت کی وجہ سے ان پر تہمت لگائی ہے اور محدثین جو عیب ان پر لگائیں ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے چہ جائیکہ اس صورت میں جب کہ

مذمت کی حدیثیں معتبر بھی نہیں ہیں (منتہی المقال) اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے ان کو مقبول (اچھے) لوگوں میں شمار کیا ہے اور مولانا احمد مقدس اردبیلی علیہ الرحمہ حدیقۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں ہے کہ مختار کے عقائد اچھے تھے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے ان کو مقبول لوگوں میں شمار کیا ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مختار کو برا کہنے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام و امام محمد باقر و امام جعفر صادق نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور طلب رحمت کی اور جب کہ ماہ محرم میں رونے اور دل میں یہ آرزو رکھنے سے کہ اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو امامؑ کے قدموں پر اپنی جان نثار کرتا لوگ جہنم سے نجات پائیں اور بہشت میں داخل کئے جائیں تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ مختار جنھوں نے عمر سعد اور شمر اور خولی اور قیس جیسے اشقیا اور ہزاروں دشمنان اہلبیت کو قتل کیا بہشت میں نہ جائیں۔ عمر بن لیث نے اپنی فوج کی کثرت دیکھی اور روئے اور حسرت کی کہ اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو اپنی فوج سے امام مظلوم کی مدد کرتا ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ سر پر ان کے مرصع تاج ہے اور آگے ان کے حوریں اور داہنے بائیں غلمان ہیں ان سے حالت پوچھی تو جواب دیا کہ اسی حسرت کی وجہ سے خدا نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا۔ پس جب کہ محض حسرت و افسوس سے یہ مرتبہ مل سکتا تو مختار اور ان کے اشال کو یقیناً اس سے اعلیٰ مراتب حاصل ہوں گے کیوں کہ ان لوگوں نے سب کچھ کر دکھایا۔ انتہی جعفر بن محمد حلی علیہ الرحمہ (جو جعفر بن نما مشہور ہیں اور مولانا شیخ کمال الدین علی بن الحسین کے شاگرد اور جلیل القدر علماء سے تھے ۱۲ امل الآمل) تحریر فرماتے ہیں کہ مختار نے

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کے غم و غصہ کی آگ کو بجھایا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی آنکھوں کو خنک کیا لیکن لوگ ان کی زیارت سے محروم رہے اور ان کی فضیلتوں کو ظاہر کرنے میں سستی کی اور اعتقادِ امامت محمد بن حنفیہ کو ان کی طرف منسوب کیا اور ان سے کنارہ کشی کو قربِ خدا کا ذریعہ سمجھا اور علم و یقین سے گزر کر تقلید میں پڑ گئے اور اکثر علماء نے مدحِ مختار کی حدیثوں کو نہ پایا اور جن لوگوں نے پایا اس کو انھوں نے غور سے نہ پڑھا۔ اگر وہ غور کرتے تو ان کو یقین حاصل ہو جاتا کہ مختار علیہ الرحمہ سابقین مجاہدین اور برگزیدہ اور نیکوکار لوگوں سے تھے اگر بدعقیدہ ہوتے تو ائمہ معصومین علیہم السلام ان کے حق میں دعائے خیر نہ کرتے کیونکہ ایک تو ائمہ کی شان اس سے برتر تھی کہ فاسد العقیدہ شخص کے حق میں دعائے خیر کرتے دوسرے یہ فعل لغو اور بیکار ہوتا۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ دشمنوں نے ان پر تہمت لگائی ہے تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں بے وقار ہو جائیں جس طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے دشمنوں نے ان پر عیب لگا کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور ہلاکت میں ڈال دیا۔ شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ آقا عطا ابن حسام واعظ مختار نامہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتابوں میں مختار کے فضائل بہت کچھ لکھے ہیں۔ استاد المجتہدین شیخ مفید علیہ الرحمہ نے (جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سید رضی اور شیخ طوسی وغیرہ علیہم الرحمہ کے استاد تھے اور امام زمانہ علیہ السلام نے ان کو خطوط لکھے تھے اور سلام تحریر فرمایا تھا) اپنی کتاب مزار میں مختار علیہ الرحمہ کے لئے زیارت تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ (اے بندۂ نیکوکار تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْوَلِیُّ النَّاصِحُ (اے محب و خیر خواہ اہلبیت تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

یَا اَبَا اِسْحَاقَ الْمُخْتَارُ (اے ابو اسحاق مختار تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاٰخِذُ بِالثَّارِ مُحَارِبُ الْکَفَرَۃِ الْفُجَّارِ (اے بدلہ لینے والے خون کا اور جنگ کرنے والے کافروں اور فاجروں سے تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْمُخْلِصُ لِلّٰہِ فِیْ طَاعَتِہٖ وَلِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ فِیْ مَحَبَّتِہٖ (اے شخص جو خدا کی اطاعت اور امام زین العابدین علیہ السلام کی محبت میں خالص تھا۔ تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ رَضِیَ عَنْہُ النَّبِیُّ الْمُخْتَارُ وَقَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَکَاشِفُ الْکَرْبِ وَالْغُمَّۃِ وَدَائِمًا مَقَامًا لَمْ یَصِلِ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِّنَ الْاُمَّۃِ (اے شخص جس سے نبی مختار اور حضرت علی علیہ السلام راضی وخوشنود ہیں اور جس نے اہلبیت کی بے چینی اور غم والم کو دفع کیا اور ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں امت میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا تم پر سلام ہو) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ بَذَلَ نَفْسَہٗ فِیْ رِضَی الْاَئِمَّۃِ فِیْ نُصْرَۃِ الْعِتْرَۃِ الطَّاھِرَۃِ وَالْاٰخِذُ بِثَارِھِمْ مِنَ الْعِصَابَۃِ الْمَلْعُوْنَۃِ (اے شخص جس نے عترت طاہرین کی مدد کرکے ائمہ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان نثار کی اور ملعون گروہ سے ان کے خون کا بدلہ لیا تم پر سلام ہو) فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَعَنْ اَھْلِبَیْتِہٖ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ (پس خداوند عالم تم کو حضرت رسالتماب اور ان کے اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جزائے خیر دے)

ابو علی علیہ الرحمہ منتہی المقال میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے حق میں جو یہ کہا گیا ہے کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے معتقد تھے اور لوگوں کو ان کی طرف رغبت دلاتے تھے تو رغبت دلانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ بعلم امامت جانتے تھے کہ آخر میں مختار مارے جائیں گے اور بنو امیہ کو غلبہ

ہوگا۔ اور سلطنت کریں گے اس وجہ سے مختار کو اجازت نہ دی اور ان کے خط اور نذرانہ کو واپس کیا اور ڈرے کہ مبادا قبول کر لینے کے بعد یہ امر ظاہر ہو جائے (اور اہلبیت اور ان کے دوستوں کے حق میں کوئی خرابی پیدا ہو اور جب موقع ملا لے بھی لیا اور دشمنوں کے قتل پر سجدۂ شکر بھی کیا) اور محمد بن حنفیہ (چونکہ امام زمانہ نہ تھے اور ان کا فعل باقی اہلبیت اور محبان اہلبیت کے حق میں حجت نہ تھا) اس واسطے انھوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر مختار کو جنگ کا حکم دیا اور ان کی پیروی کرنے پر لوگوں کو ابھارتے بھی تھے اسی وجہ سے مختار نے لوگوں سے کہا کہ میں محمد بن حنفیہ کے حکم سے لڑتا ہوں اور لوگوں کو ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں (تاکہ لوگ انکی پیروی کریں اور وہ میری امداد کا حکم دیں) لیکن یہ کہ مختار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کو نہیں مانتے تھے اور محمد بن حنفیہ کی امامت کے معتقد تھے تو یہ بات ثابت نہیں ہے۔ رہ گیا مختار کو برا کہنا تو اس میں شک نہیں ہے کہ اگر معصوم اس سے منع نہ فرماتے جب بھی یہ جائز نہ ہوتا۔ منع فرمانے کے بعد کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ اس ممانعت کی سند بھی معتبر ہے۔

آقا محمد بن احمد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مخالفوں نے عداوت کی وجہ سے بری باتوں کو ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور زرارہ وغیرہ جیسے بڑے بڑے محدثوں کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ لوگ سوا اس کے کہ مخالفوں کو امر حق بتاتے اور ان سے بحث کر کے مجوج و مغلوب کر دیتے تھے نہ کسی سے لڑتے

تھے نہ قتل کیا تھا پس اگر مخالفین دشمنی سے مختار علیہ الرحمہ پر تہمت لگائیں تو کون سی تعجب کی بات ہے کیوں کہ انھوں نے امام مظلوم کے خون کا بدلہ لینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور ہزاروں دشمنان اہلبیت علیہم السلام کو جہنم کی آگ سے پہلے تلوار کی آگ سے جلادیا اور ان کا مال لوٹا اور گھروں کو ویران کیا۔
اور چونکہ مدح کی حدیثیں معتبر ہیں اور علمائے کرام نے ان کو قبول کیا ہے اور مطابق ان کے اعتقاد کیا ہے اس لئے اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ مذمت کی حدیثیں بھی سب معتبر ہیں تو دونوں کو جمع کرنے کے لئے ماننا پڑے گا کہ مذمت

۱؎ ان کل حدیثوں کا اعتبار چند طرح سے ثابت ہوتا ہے ایک متعدد معتبر حدیثوں کی تائید دوسرے مختار کے اعمال وافعال کی موافقت تیسرے علماء کا ان حدیثوں کو قبول کرلینا اور علم درایت میں یہ بات طے ہوچکی ہے کہ علماء کا ضعیف روایت کو قبول کرلینا اس کے اعتبار سے قوی دلیل ہے اور ان کا معتبر حدیث کو چھوڑ دینا اس کی بے اعتباری کی پہچان ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے ائمہ کے مذاق وخیال کو خوب جانتے تھے آپ کو معلوم ہوچکا کہ علماء کے خیالات مختار کے حق میں بہت اچھے ہیں ان کے عقائد کی خوبی کو بیان کیا ہے اور ان کی عدالت کو بھی ظاہر کیا ہے ائمہ کی دعا اور ترحیم کو بھی ثبوت میں پیش کیا ہے ان کے مواسات اور قتل اعداء پر ممنونیت کا اظہار کیا ہے جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ حدیثیں ائمہؑ کی فرمودہ ہیں اسی بنا پر صاف فرمادیا ہو کہ مذمت کی حدیثیں جھوٹی ہیں اور ان پر بہتان وافترا کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قطعی فیصلہ رجم بالغیب نہیں ہے بلکہ اپنے پیشواؤں کی زبانوں سے لیا ہے۔ ۱۲

کی حدیثیں تقیہ کے مقام میں وارد ہوئی ہیں جس طرح حضرت امام جعفر صادق ع نے زرارہ جیسے جلیل القدر صحابی کی مذمت کی تھی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی بن یقطین کا ہدیہ واپس کیا تھا اور بطریق اہلسنت ان کو وضو اور نماز کا حکم دیا تھا اور خوف دفع ہو جانے کے بعد اس سے منع فرما دیا۔

ان کے حق میں دوسروں کے خیالات

واضح رہے کہ مخالفوں کے مذہب کا اصل اصول یہ ہے کہ اہلبیت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے دشمن بڑھائے جائیں اور ان کے ناجائز افعال پر پردہ ڈالا جائے اور ان کے دوستوں سے عداوت کی جائے اور ہر معیوب بات ان کی طرف منسوب کی جائے اور ان پر تہمت لگائی جائے اسی بنا پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف ہذیان کی نسبت قلم دوات لانے سے منع کر دینا حسبنا کتاب اللہ کہنا، حضرت امیر المومنین ع کے حقوق کو پامال کرنا ان کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچنا، جناب سیدہ عالمیان پر ظلم کرنا وغیرہ ان واقعات میں سے بعض سے انکار کیا جاتا ہے اور بعض کی توجیہہ کی جاتی ہے اور بعض اچھا بلکہ ضروری اور اسلامی فرائض سے سمجھا جاتا ہے چونکہ ابن ملجم کی تعریف عمران بن حطان خارجی نے کی اس لئے وہ صحیح بخاری کا معتبر راوی قرار دیا گیا اور یزید پلید مومن اور خلیفہ برحق مانا گیا اور اس کو برا کہنے کی ممانعت کی گئی لیکن خلفاء کی خلافت کو نہ ماننے والے مرتد اور کافر سمجھے جاتے ہیں اور ان پر لعنت کی جاتی ہے۔ خلیفہ سوم کے قاتل کافر سمجھے جاتے ہیں

اور حضرت امام حسن علیہ السلام کا قاتل خلیفہ برحق اور اس کی بدعتیں اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت پر سجدہ شکر کرنا اور خوشی منانا اجتہادی خطا قرار دی جاتی ہے۔

ولید بن یزید بن عبد الملک کی بدعتوں کو ان کے امام ذہبی تسلیم کرتے ہیں اور خود لکھتے ہیں کہ شراب خوری اور لواطہ میں مشہور تھا لیکن اس پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں اور سلاطین فاطمیین مصر کو جو سادات اور شیعہ تھے کافر بیدین زندیق ملعون کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ انبیا کو برا کہا کرتے تھے اور یہودی زادہ تھے ان کا قصور یہ تھا کہ مذہب اہلسنت کی مخالفت کی اور رافضیت کو رواج دیا اور بنو عباس کا نام خطبہ سے نکال کر اہلبیت کا نام داخل کیا۔ (تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی) اور بنو عباس کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ بنی امیہ کے ہوا خواہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ بنو عباس اور ان کے ہوا خواہ مسلمان نہیں ہیں بت پرست ہیں اور کسی شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ (تاریخ کامل) بنو عباس کے مقابل فاطمیین مصر جو شیعہ تھے برے سمجھے گئے اور بنو امیہ کے مقابل بنو عباس جو حضرت رسولؐ سے قرابت میں نزدیک تھے اسی طرح ہلاکو اور اس کی فوج والے جنھوں نے بغداد کے مجرموں کو ان کے جرم کی سزا دی تھی کافر کہے گئے اور محقق طوسی علیہ الرحمہ کا نام شیطان مبین رکھا گیا۔ ان کے امام سبکی خود کہتے ہیں کہ مستعصم کے بیٹے نے محلہ کرخ کے شیعوں اور ذریت سادات کو لوٹا اور امور عظیمہ کا مرتکب ہوا لیکن اس کی سزا کے متعلق لکھتے ہیں کہ ۶۵۶ھ میں نہایت عظیم مصیبتیں پڑیں اور بہت بڑے گناہ کئے گئے اور مسلمانوں

کے ساتھ ننگ وعار کی باتیں کی گئیں اور تتار کافروں کے ہاتھوں قابل عبرت واقعہ بغداد میں گزرا جس کو سن کر حیرت سے ٹکٹکی لگ جاتی ہے۔ میں اس کو اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ مسلمان ہمیشہ خون کے آنسوؤں سے روئیں اور مورخوں کو معلوم ہو جائے کہ ایسا واقعہ انھوں نے کبھی نہ سنا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے نزدیک نہ تو واقعۂ کربلا کی کوئی وقعت تھی نہ واقعہ حرہ کی کیونکہ اس میں اولاد رسولؐ اور ان کے خلیفۂ برحق کے مخالف مارے گئے اور ان کی ہتک حرمت کی گئی اگرچہ بے گناہ تھے اور چونکہ واقعہ بغداد میں سُنّی مارے گئے اگرچہ گنہگار تھے لیکن سنی تو تھے اس لئے یہ لوگ خون کے آنسوؤں سے رو رہے ہیں ازواج حضرت سرور عالمؐ میں سے بی بی عائشہ بڑھائی گئیں کیونکہ حضرت علیؑ سے لڑی تھیں۔ صوفیوں میں سے عبد القادر جیلانی بڑھائے گئے کیونکہ روز عاشورہ کو عید قرار دی۔ محی الدین عربی بڑھائے گئے کیونکہ حضرت امام حسینؑ کو خارجی اور یزید کو خلیفۂ برحق سمجھا۔

غرض کہ اس طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہاں تک شمار کی جا سکتی ہیں۔ جس قرارداد پر مذکورہ بالا لوگ ہر نامناسب الفاظ سے یاد کئے گئے اسی بنا پر مختار علیہ الرحمہ والرضوان بھی سب کچھ کہے گئے چنانچہ امام اہلسنت ابن اثیر اور ابن عبد البر وغیرہ لکھتے ہیں کہ خدا اس کو قتل کرے (اصابہ واستیعاب وتجرید اسماء صحابہ) اور ابن عبد البر اور ابن حجر عسقلانی اور ذہبی نے لکھا ہے کہ مختار بڑا جھوٹا اور گمراہ اور گمراہ کرنے والا اور حجاج سے بدتر تھا اور نبوت کا دعویٰ کرتا تھا (اصابہ۔ استیعاب، میزان الاعتدال)

صاحب اصابہ اور استیعاب پھر لکھتے ہیں کہ اس کے دل میں لات وعزیٰ کی محبت بھری ہوئی تھی (آپ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ لات وعزیٰ ان کے نزدیک کون لوگ ہیں) پھر لکھتے ہیں کہ مختار پہلے خارجی تھا پھر زبیری ہوا پھر رافضی ہو گیا۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ آخری مذہب مختار کا ان لوگوں کے نزدیک یہی رافضیت تھا جو قتل دشمنان اہلبیت کا سبب ہوا۔ اب آپ سمجھ لیں کہ صاحب اصابہ اور استیعاب نے لات وعزیٰ کے لفظ سے کن لوگوں کو مراد لیا جن کو ملنے والا رافضی مذہب کہا جائے۔

ان کے متعلق مذمت کی حدیث منقول از بحار جلد ۱۰
حال مختار

لہ (حاشیہ صفحہ ۷۵) مطلب ان لوگوں کا یہ ہے کہ جس قدر سادات اور شیعوں کو حجاج نے قتل کیا اس سے زیادہ مختار نے دشمنان اہلبیت و دوستان خلفاء کو قتل کیا حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حجاج ملعون نے علاوہ ان لوگوں کے جن کو لڑائیوں میں مارا ایک لاکھ بیس ہزار سادات اور شیعوں کو اپنے گھر میں بلا کر قتل کیا اور اس کے مرنے کے وقت تیس ہزار مرد اور بیس ہزار عورتیں اس کے قید خانہ میں تھے۔ مختار کو حجاج سے بدتر کہنا صاف بتا رہا ہے کہ یہ اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں اور شہداء کربلا کے قاتلوں کو قتل کرنے کی وجہ سے برے کہے جا رہے ہیں اور ان سے دشمنی کی جا رہی ہے ۱۲

(۱) بحوالہ قصص الانبیاء حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم اپنے اولیاء کی مدد بروں سے کراتا ہے۔

پہلا جواب :- اس کی سند صدوق علیہ الرحمہ سے نیچے کی معلوم نہیں۔

دوسرا جواب :- اس کے اوپر کی سند میں ابو عبداللہ خیاط مجہول الحال ہے جس کا اعتبار معلوم نہیں۔

تیسرا جواب :- ایسا کلام جو کلیت نہ رکھتا ہو کلی صورت میں معصوم نہیں فرما سکتے اور یہ کلام کلی نہیں ہے کیونکہ حضرت رسولؐ کی مدد حضرت امیرؑ نے کی اور حضرت امیرؑ کی مالک اشترؓ اور محمد بن حنفیہ نے اور حضرت سید الشہداءؑ کی حضرت علی اکبرؑ، حضرت عباسؑ، حضرت قاسمؑ اور دوسرے اعزہ اور وفادار انصار نے۔

(۲) بحوالہ سرائر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مختار جہنم سے حضرت سرور عالمؐ اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو پکاریں گے یہ حضرات توجہ نہ کریں گے جب مختار کہیں گے کہ میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا تھا اس وقت بہ سفارش حضرت سرور عالمؐ حضرت امام حسینؑ مثل عقاب کے جھپٹ کر نکال لیں گے اور جہنم میں جانے کا سبب محبت اول وثانی ہے۔

پہلا جواب :- اس کی سند میں جعفر بن ابراہیم بن ناجیہ حضرمی کا اعتبار معلوم نہیں کیونکہ مجہول الحال ہے اور خود حضرمی کا اعتبار محل کلام ہے کیونکہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کو جھوٹا فرمایا تھا اور یہ شخص واقفی مذہب کا تھا

اور بے اعتباری میں تامل کا سبب یہ ہے کہ کچھ علماء نے اس کو معتبر کہا۔

دوسرا جواب :- صاحب اصابہ اور استیعاب وہ جلیل القدر علماء اہلسنت کا کلام ابھی ذکر کیا گیا کہ مختار ابتدا میں خارجی تھے اور آخر میں رافضی یعنی شیعہ پس بفرض اس کے کہ یہ روایت معتبر ہو معنی اس کا یہ ہوگا کہ کافر اور سنی کے شیعہ ہو جانے سے گناہ دھل جاتے ہیں لیکن خارجیت کچھ تلخ مزا ضرور چکھاتی ہے اس لئے مختار خارجیت کی وجہ سے کچھ زمانہ جہنم میں رہیں گے اور رافضیت اور قتل دشمنان اہلبیت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے بہشت میں جائیں گے لیکن صحیح یہ ہے کہ شیعہ ہو جانا ہر گناہ سے پاک کر دیتا ہے اور یہ روایت معتبر نہیں ہے اور مختار پانچ منٹ کے لئے بھی جہنم میں نہ جائیں گے۔ اس روایت کو ابن شہر آشوب نے مناقب میں اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے تہذیب میں دوسری سند سے نقل کیا ہے لیکن یہ سند نہایت درجہ بے اعتبار ہے کیونکہ اس میں ایک احمد بن ہلال غالی ناصبی بیدین واقع ہے جس کی ائمہ نے بہت مذمت کی ہے اور دوسرا امیہ بن علی واقع ہے جو غیر معتبر اور فاسد المذہب تھا۔

(۳) بحوالہ کشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مختار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے (کہ حضرت نے انکو لڑنے کی اجازت دی ہے)

جواب :- اس روایت کی سند معتبر ہے لیکن تقیہ کے مقام میں وارد ہوئی ہے کیوں کہ مخالفین کل کے کل مختار کے مخالف اور دشمن تھے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اسی وجہ سے علماء نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کلام سے مختار کی روایت ظاہر فرمائی ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۲

(۴) بحوالہ کشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مختار نے میرے

پدر بزرگوار کی خدمت میں ہدیے بھیجے تو حضرت نے واپس کیا اور فرمایا کہ جھوٹوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

جواب:۔ اس روایت کی سند معتبر ہے لیکن ہدیہ کو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے دشمنوں کے خوف سے تقیہ کر کے واپس کیا تھا۔ جیسا کہ ابو علی علیہ الرحمہ کا کلام اوپر ذکر کیا گیا۔ رہ گئی مختار کی تکذیب تو چونکہ دشمنوں نے ان کو جھوٹا مشہور کر رکھا تھا اور ہدیہ لانے والے کوفی لا یعنی تھے اس لئے حضرت ان سے مطمئن نہ تھے اور ہدیہ کو واپس کرنا مناسب سمجھا اور واپس کرنے کا سبب وہ بیان فرمایا کہ جس سے اپنی برأت بھی ظاہر ہو اور دشمنوں کے خیال کے مطابق ہو اور مختار کی صاف صاف تکذیب بھی نہ ہو اسی لئے یہ نہ فرمایا کہ مختار جھوٹا ہے بلکہ فرمایا کہ میں جھوٹوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اسی کو ایہام کہتے ہیں اور جب خوف کا مقام نہ تھا قبول کر لیا جیسا کہ معتبر روایتوں میں ہے دیکھیے حدیث نمبر ۱۳۱ و ۱۳۵ و ۱۳۵۔

(۵) بجوالہ کشی عمر بن علی زین العابدین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں مختار نے بیس ہزار اشرفیاں بھیجیں تو حضرت نے لیں اور اس سے عقیل اور بنو ہاشم کے مکانوں کو بنوایا جو گرا دیے گئے تھے۔ پھر چالیس ہزار بھیجیں تو حضرت نے واپس کیں کیوں کہ وہ محمد بن حنفیہ کی امامت ظاہر کرنے لگے تھے۔

جواب:۔ درحقیقت واپس کرنے کا سبب خوف اور تقیہ تھا جیسا کہ علمائے کرام نے فرمایا ہے اور ابو علی علیہ الرحمہ نے یہ بھی صاف فرما دیا کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا معتقد ہونا ثابت نہیں ہے ہاں ان کی طرف لوگوں کو اس غرض سے رغبت دلاتے تھے تاکہ وہ ان کی مدد کرنے کا حکم لوگوں کو دیں کیوں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تقیہ کی وجہ سے حکم نہیں دے سکتے تھے اس لئے کہ انجام کار اور غلبہ بنو امیہ کو بعلم امامت جانتے تھے۔ اگر مختار کی آپ ظاہر یہ ظاہر موافقت کرتے

تو اس وقت اولادِ رسول اللہ یعنی سادات اور شیعوں میں سے ایک شخص بھی دنیا میں دکھائی نہ دیتا اور بنو امیہ چن چن کر سب کو مار ڈالتے۔

(۶) آقا محمد بحوالہ روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ دشمنوں نے جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو زخمی کیا اور حضرت قصر ابیض میں تشریف لائے تو مختار نے اپنے چچا سے کہا کہ حضرت کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالہ کر دیں اور ان کے چچا اس زمانہ میں معاویہ کی طرف سے موصل کے حاکم تھے۔

جواب :۔ ایک تو صاحب روضۃ الصفا کی تحریر مختار کے حق میں معتبر نہیں ہے کیونکہ اہلسنت کا خیال عام طور سے ان کے حق میں اچھا نہیں ہے۔ دوسرے آقا عبد الجلیل رازی قزوینی کتاب نقض الفضائح میں لکھتے ہیں کہ چونکہ مختار کے چچا اس زمانہ میں معاویہ کی طرف سے حاکم موصل تھے اس لئے مختار ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے چچا معاویہ کو خوش کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے ساتھ بدی کریں اس لئے شریک اعور حارثی شیعہ سے حضرت کے حفاظت کی تدبیر پوچھی انھوں نے جواب دیا کہ پہلے اپنے چچا کے خیال کا اندازہ لے لو اور ان سے اس طرح کہو اگر وہ امامؑ کے دوست ہوں گے تو پھر کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ چنانچہ مذکورہ بالا مشورہ مختار نے اپنے چچا کو شریک کے مشورہ سے دیا تھا جب ان کو معلوم ہو گیا کہ چچا امام کے دوستدار ہیں مطمئن ہو گئے۔

(۷) بحوالہ کتاب مختصر مصنفہ حسن بن سلیمان حلی علیہ الرحمہ تنبیل یعنی کہا گیا ہے کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے پس حضرت نے اس کو قبول کرنا پسند نہ کیا اور واپس کرنے سے ڈرے پس اس کو

پس اس کو مکان میں رکھ چھوڑا۔ جب مختار مارے گئے تو حضرت نے عبد الملک (خلیفہ مروانی) کو اس کی خبر دی اس نے آپ کو لکھا کہ آپ اس کو لے لیں آپ کو گوارا ہو پس حضرت مختار پر لعنت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس نے خدا پر اور ہم لوگوں پر جھوٹ باندھا ہے اور گمان کرتا تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

جواب:۔ (۱) کتاب مختصر مفقود ہے اور اس حدیث کی سند مذکور نہیں ہے تاکہ اس کا اعتبار یا بے اعتباری معلوم ہو۔ (۲) بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی فرمائش گزر چکی کہ مختار کو برا نہ کہو اور برا کہنے کی بدتر صورت یہ ہے کہ کسی کو مدعی نبوت یعنی کافر کہا جائے اور مقدس اردبیلی علیہ الرحمہ جیسے کو وہ ورع و تقدس کا کلام ذکر کیا گیا: "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مختار کے عقائد اچھے تھے اور علامہ مطلق علامہ حلی علیہ الرحمہ نے ان کو مقبول لوگوں میں شمار کیا ہے" اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اہلسنت نے بنوامیہ کی محبت میں جہاں بہت سی تہمتیں ان پر لگائی ہیں یہ بھی کہا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ دیکھئے کلام ابن عبد البر اور ابن حجر عسقلانی اور ذہبی کو۔ اس لئے یہ روایت توجہ اور اعتنا کے لائق نہیں ہے کیونکہ علمائے شیعہ کے خیال کے مخالف ہے اور انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا ہے اور اہلسنت کے قول وخیال کے موافق۔ (۳) اس واقعہ کے بیان کرنے والے کا نام مذکور نہیں ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ معتبر تھا یا غیر معتبر (۴) محاورۂ عرب میں جس کلام کو قیل فعل مجہول سے بیان کرتے ہیں اس سے اس کلام کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (۵) حسن بن سلیمانؒ علمائے شیعہ سے تھے اس کلام کا بیان کرنے والا اگر کوئی شیعہ عالم ہوتا تو اس کا نام ذکر کرتے۔ پس نام

ذکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیان کرنے والا مخالف تھا۔ اسی وجہ سے ان مرحوم نے اس کو بے اعتنائی کے ساتھ قیل کرکے ذکر کیا ہے۔

(۶) ان درہموں کو قبول کرنے سے کراہت کرنا اور پھر گھر میں رکھ لینا یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں باوجودیکہ حضرت کو مختار سے کسی طرح کا خوف نہ تھا کیوں کہ ان کی پوری قوت اور حکومت حضرت محمد بن حنفیہ کی وجہ سے تھی اور وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مہربان چچا اور پیرو تھے۔ مختار کی مجال نہ تھی کہ حضرت کو یا آپ کے شیعوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتے اور اس طرح کا فعل کسی عاقل سے نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ معصوم سے اس لئے بھی یہ روایت جھوٹی بناوٹ اور کسی احمق کی جعلی معلوم ہوتی ہے واپس کرنے سے اگر خوف صحیح تھا تو وہ اس بنا پر تھا کہ مختار کی توہین یا دلشکنی ہو اور رکھ چھوڑنا اس کا موید ہے۔

(۷) اوپر کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبول کرنے سے کراہت اور واپس کرنے سے خوف بے معنی ہے بلکہ مناسب یوں کہنا ہے کہ قبول کرنے سے ڈرتے تھے (کیونکہ بنو امیہ کا غلبہ تعلیم امامت جانتے تھے) اور واپس کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے (کیونکہ اس سے مختار کی توہین و دلشکنی ہوتی) اور عبدالملک کو خبر دینا اس کا موئد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی سلیم العقل نہ تھا۔

(۸) راوی کے بیان میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت سید سجاد صلوات اللہ علیہ وآلہ نے اس سے فرمایا تھا کہ قبول کرنے کو میں پسند نہیں کرتا اور واپس کرنے سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود راوی کا حدس اور خیال ہے اور راوی کا خیال حجت نہیں ہوتا۔

(۹) اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو تقیہ پر محمول کی جائے گی یعنی حضرت نے

تقیۃً لعنت بھی کی ہے اور دشمنوں کے خیال کے مطابق دعوائے نبوت کا الزام بھی لگایا اور راوی کا مجہول ہونا اس کا مؤید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں سے تھا اور حضرتؑ نے اس کے سامنے تقیۃً ایسا کیا۔

(۱۰) بفرض اس کے کہ یہ روایت صحیح ہو لعن وغیرہ کی جو راوی نے حکایت کی ہے اس کی تعبیر محاورہ کے مطابق یوں ہوگی لعنۃ اللہ علی المختار کذب علی اللہ وعلینا لانہ کان یزعم انہ یوحیٰ الیہ اور عربی اور غیر عربی ہر محاورہ میں حرف استفہام کو گرا دینا کثرت سے رائج ہے جو لہجہ سے سمجھا جاتا ہے جیسے عربی میں ہمزۂ استفہام یعنی ا کو گرا کر ھذا زید کہتے ہیں اور فارسی میں لفظ آیا کو گرا کر ایں زید است اور اردو میں لفظ "کیا" کو گرا کر یہ زید ہے اور اس استفہام سے کبھی دریافت کرنا مقصود ہوتا ہے اور کبھی انکار کرنا یعنی یہ نہیں ہے یا ایسا نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اسی لب ولہجہ میں تارہ اور آفتاب ماہتاب کے متعلق ھذا ربی فرمایا تھا جس کو خداوند عالم نے سورۂ انعام میں ذکر فرمایا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی غرض اس کلام سے یہ تھی کہ یہ چیزیں خدا نہیں ہیں اسی طرح حضرت سید سجاد صلوات اللہ علیہ وآلہ کی غرض اس روایت میں یہ تھی کہ نہ تو مختار لعنت کے مستحق ہیں اور نہ خدا پر اور ہم لوگوں پر جھوٹ باندھا ہے اور نہ دعوائے نبوت کیا ہے لیکن جس طرح مخالفوں نے کج فہمی یا خود غرضی سے حضرت ابراہیمؑ کے کلام کو خبر پر محمول کر کے ان پر بت پرستی کا الزام لگایا ہے اسی طرح حضرت سید سجاد علیہ السلام کے کلام کو بددعا اور تکذیب اور الزام دعوائے نبوت مختار پر محمول کیا ہے پس جن لوگوں نے انبیاء پر الزام لگانے سے تامل نہ کیا ان سے مختار علیہ الرحمہ کے حق میں ہم بھلائی کی امید کیونکر

کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرات مومنین ان چند سطروں کو غور سے پڑھیں گے تاکہ ایک مومن اور ناصر اہلبیت مظلومین کی توہین اور حق تلفی سے محفوظ رہیں کیونکہ مومن کے حقوق بہت عظیم ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

جنگ مختار کی تاریخ اور مختصر حالات

شیخ طوسی علیہ الرحمہ امالی میں بسند شیخ مفید علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار نے چہار شنبہ کے دن ۱۶ ربیع الثانی ۶۶ھ میں کوفہ میں ظہور کیا اور کتاب خدا و سنت رسول و طلب خون حضرت امام حسین علیہ السلام و اہلبیت علیہم السلام و اعانت مظلومین پر بیعت لیتے تھے اور ۷ محرم ۶۷ھ میں ابراہیم بن مالک اشتر کو نو یا بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا شہر موصل کے پاس جنگ ہوئی ابن زیاد کو مع اس کے سرداران فوج کے خود ابراہیم نے قتل کیا اور ان کا سر مختار کے پاس بھیجا۔ مختار نے حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام وہیں تشریف رکھتے تھے حضرت کے پاس سروں کو اس وقت لے گئے جب کہ حضرت غذا نوش فرما رہے تھے حضرت شکر خدا بجا لائے۔ منہال کہتے ہیں کہ حج سے فراغت کر کے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا پوچھا کہ حرملہ کا کیا حال ہے۔ عرض کیا زندہ ہے فرمایا، خداوندا اس کو تلوار اور گرمی کی آگ چکھا۔ میں کوفہ واپس آیا مختار کی ملاقات کو گیا حرملہ گرفتار ہو کر آیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے پھر آگ سے جلوایا گیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ مختار نے اس تسبیح کا سبب پوچھا میں نے امام علیہ السلام کی بددعا کو بیان کیا مختار نے شکرانہ

میں دو رکعت نماز پڑھی اور بہت دیر تک سجدۂ شکر کیا اور اسی دن روزہ رکھا کہ امام علیہ السلام کی دعا ان کے ہاتھوں انجام پائی۔

القصہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ابن زیاد کا سر بھجوا دیا اس کو عبد اللہ بن زبیر کے پاس لے گئے۔ اس نے اس کو نیزے پر چڑھایا۔ ہوا چلی وہ گر گیا پس ایک سانپ نکلا اور اس کی ناک کو کاٹ کھایا ابن زبیر نے اس کو پھر نیزہ پر چڑھایا پھر ہوا چلی اور گر گیا پھر سانپ نکلا اور اس کی ناک کو کاٹا اسی طرح تین دفعہ ہوا اس کے بعد ابن زبیر نے اس کو کوچہ میں ڈلوا دیا۔

کوفہ میں مختار سے ابن سعد کے لئے امان لی گئی۔ انھوں نے اس شرط پر امان دی کہ کوفہ سے باہر نہ جائے اگر گیا تو اس کا خون حلال ہو ایک شخص نے ابن سعد سے کہا کہ میں نے مختار کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں ایک شخص کو ضرور قتل کر دوں گا اور میرا گمان یہ ہے کہ ان کا اشارہ تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف نہیں ہو پس ابن سعد بھاگا یہاں تک کہ حمام تک پہنچا کسی نے اس سے کہا کہ کیا تیرا گمان یہ ہو کہ مختار کو اس کی خبر نہ ہوگی پس رات کو پلٹ آیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو میں مختار کے پاس گیا اور ہیثم بن اسود بھی آئے اور بیٹھ گئے پھر عمر سعد کا بیٹا حفص آیا اور مختار سے کہا کہ میرا باپ کہتا ہے کہ کہاں ہے وہ وعدۂ امان جو میرے اور تمھارے درمیان میں تھا۔ مختار نے کہا بیٹھو، پس مختار نے ابو عمرہ کو بلا بھیجا وہ ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے پہنچے ان سے آہستہ سے کچھ کہا اور دو سکے دو آدمیوں کو بلایا اور کہا ابو عمرہ کے ساتھ جاؤ وہ گئے اور عمر بن سعد کا سر لئے ہوئے فوراً واپس آئے مختار نے اس کے بیٹے حفص سے کہا کہ پہچانتا ہے کہ یہ کس کا سر ہے اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون

مختار نے ابوعمرہ کو حکم دیا کہ اس کو بھی اس کے باپ کے پاس پہنچا دو۔ ابوعمرہ نے اس کو بھی قتل کیا۔ پس مختار نے کہا کہ عمر بن سعد کو حسینؑ کے عوض میں اور حفص کو علی اکبرؑ کے عوض میں قتل کیا اگرچہ ان دونوں کا قتل ان حضرات کے قتل کا مقابل اور برابر نہیں ہو سکتا اور کہا کہ مجھے کھانا اور پانی اچھا معلوم نہ ہوگا جب تک کہ حسینؑ اور اہلبیت علیہم السلام کے قاتلوں کو ایک ایک کر کے قتل نہ کروں گا تم لوگ ان کل اشقیا کا پتہ دو جو خون حسینؑ اور اہلبیت علیہم السلام میں شریک تھے پس لوگ ایک ایک کو گرفتار کر کے لاتے اور وہ قتل کیا جاتا تھا۔ پھر ان کو خبر دی گئی کہ حضرت امام حسینؑ کا ایک اونٹ شمر بن ذی الجوشن پکڑ لایا تھا اس نے کوفہ پہنچ کر اس کو نحر کیا اور اہل کوفہ پر اس کا گوشت تقسیم کیا۔ مختار نے کہا کہ ان کل گھروں کا پتہ لگاؤ جن پر اس اونٹ کا گوشت تقسیم ہوا تھا لوگوں نے ان گھروں کا پتہ لگایا۔ مختار نے ان مکانوں کو خراب و برباد اور ان کے مالکوں کو قتل کیا پھر عبداللہ بن اسید جہنی اور مالک بن ہیثم اور حمل بن مالک المحاربی کو گرفتار کر کے لائے۔ مختار نے پوچھا کہ اے دشمنان خدا حسین بن علیؑ کے مقابلے کو کیوں گئے کہا ہم لوگ مجبور تھے۔ کہا پھر ان کو پانی کیوں نہ دیا اور مالک بن ہیثم سے پوچھا کہ حضرت کی ٹوپی تو ہی لے گیا تھا جواب دیا ہنیں کہا بلکہ ہاں پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹو اور چھوڑ دو کہ تڑپے یہاں تک کہ مر جائے اور باقی دونوں کو قتل کرا دیا۔ پھر قرار بن مالک اور عمر بن خالد اور عبدالرحمٰن بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی گرفتار ہو کر آئے اور قتل کئے گئے پھر معاذ بن ہانی اور ابوعمرہ کو خولی بن یزید اصبحی کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا وہ ملعون پاخانے میں چھپ گیا اس کو گرفتار کر کے اس کے گھر ہی میں قتل کیا اور جلوا دیا۔ حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد

ملعون کے پاس یہی شقی لایا تھا۔ پھر شمر کی گرفتاری کا حکم دیا وہ صحرا کی طرف بھاگا لوگوں نے اس کا پیچھا کیا وہ ملعون جنگ پر آمادہ ہوگیا اور زخمی ہونے کے بعد گرفتار ہوگیا اور مختار کے پاس لایا گیا پس انھوں نے قتل کر کے کھولتے ہوئے تیل میں اس کا سر ڈلوا دیا جس سے وہ پاش پاش ہوگیا پھر پامال کیا گیا۔

اسی طرح مختار نے قاتلان حضرت سید الشہداء اہلبیت کرام علیہم السلام کو چن چن کر قتل کیا اور کچھ بھاگ گئے، اور ان کے مکانوں کو خراب و ویران کیا اور ان کے جن غلاموں نے ان اشقیا کے غلاموں کو قتل کیا تھا ان کو انھوں نے آزاد کر دیا۔

قاتلان اہلبیت کے قتل سے مختار فارغ ہوئے، تو مصعب ابن زبیر مدعی خلافت ہوا اور مختار علیہ الرحمہ سے جنگ میں مشغول ہوا۔ اس جنگ میں مختار علیہ الرحمہ ماہ رمضان روز جمعہ بعد دوپہر ۶۷ھ میں مارے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ السلام

حررہ الاحقر راحت حسین رضوی گوپالپوری

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ شنبہ در حسین آباد

مونگیر

ابراہیم بن مالک اشترؒ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم اور کنیت ابونعمان تھی۔ آپ جناب مالک اشترؒ کے فرزند تھے باپ ہی کی طرح عزوشرف عظمت وجلالت میں یگانۂ روزگار اور شیعیان کوفہ کے قائد وپیشوا تھے، اپنے عہد کے منفرد سورما اور دنیا کے مشہور سپہ سالاران لشکر میں ممتاز ونمود ادسپہ سالار جن کی بہترین عسکری صلاحیتوں کو آپ کے معاصرین نے بھی تسلیم کیا ہے اور آپ کے بعد کے لوگوں نے بھی۔

جب جناب مختار انتقام خون حسینؑ لینے پر کمربستہ ہوئے تو احمر بن شمیط یزید بن انس، عبداللہ بن کامل اور عبداللہ بن شداد نے مختار سے کہا کہ کوفہ کے اشراف ابن مطیع کی زیر قیادت آپ سے جنگ پر کمربستہ ہیں اگر ابراہیم بن مالک اشترؒ ہمارے ساتھ ہو جائیں تو خدا کی ذات سے ہمیں قوی امید ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں ہمارا پلہ بھاری پڑ جائے گا اور مخالفین کی مخالفت ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکے گی۔ وہ بڑے دبدبہ کے سورما ہیں مالک اشتر جیسے باپ کے فرزند ہیں جن کی شجاعت وبہادری کا ڈنکا بج رہا ہے پھر ان کے قبیلہ والے بھی مانے ہوئے تلوریے ہیں۔ الخ

ان حضرات کے یہ فقرے بتاتے ہیں کہ ابراہیم قیادت وسرداری کی بہت بلند منزل پر فائز تھے اور اپنے زمانے کے اکابروسرداران قبائل پر انھیں وہ تفوق وبرتری حاصل تھی کہ اگر وہ کسی امر میں ہاتھ ڈال دیتے تو پھر کسی مخالف کی مخالفت ذرہ برابر

نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

علامہ یافعی ان کے متعلق اپنی مشہور کتاب مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں۔

سیدؔ نخع وفارسہا (وہ قبیلہ نخع کے سردار اور اس کے مرد میدان تھے۔

(مراۃ الجنان جلد اول صفحہ ۱۴۸)

ابن کثیر دمشقی نے بدایہ و نہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۳ پر ۷۱ھ میں وفات پانے والی عظیم المرتبت شخصیتوں میں ان کا بھی ذکر کیا ہے نیز اس عہد کے مشہور بہادروں اور معززین میں انھیں محسوب کیا ہے۔

جناب ابراہیم نے جب مختار کی حامی بھر لی اور انتقام خون حسینؑ کے لئے ان کا ساتھ دینا منظور کر لیا تو مختار کے قاصدوں نے درخواست کی کہ ابھی اس منصوبے کو مخفی ہی رکھا جائے۔ آپ نے ایسا جواب دیا جس سے آپ کی عزت نفس بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت آپ کس عظمت و جلالت کے مالک تھے آپ نے فرمایا۔

"میرے ایسے آدمی سے نہ تو دھوکے فریب کا خوف کیا جا سکتا ہے نہ چغلخوری کا نہ یہی اندیشہ ممکن ہے کہ لوگوں کی غیبت کر کے حکومت کا تقرب حاصل کرے یہ تو چھوٹے درجہ کے پست لوگ ہوتے ہیں جو اس قسم کی حرکتیں کیا کرتے ہیں"

ایمان و مروت سے بھرپور انسان ایسے ہی ہوا کرتے ہیں اور جس شخص نے مالک اشتر جیسے شخص کی آغوش میں تربیت پائی ہو اس کو ایسے ہی اوصاف کا مرقع ہونا چاہیئے۔ ان کی بلند و بالا شخصیت غیر معمولی اثر و اقتدار اور قبائل عرب کی بے پناہ ہر دلعزیزی کا تقاضا تھا کہ یہ خود انتقام خون حسینؑ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں

اور اپنے پرچم تلے لوگوں کو جمع کریں چنانچہ جب مختار کے گھر میں تحریک انتقام پر غور و خوض کرنے کے لئے جلسہ کا انعقاد ہوا تو اس جلسہ میں صدر کی حیثیت ابراہیم ہی کو حاصل تھی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ مختار کو حضرت محمد ابن حنفیہ کی ہمدردیاں حاصل ہیں اور ان کی طرف سے اجازت مل چکی ہے تو ابراہیم نے بڑھ کر صدر مجلس میں مختار کو بٹھایا اور ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جناب مختار باوجود اپنی جلالت قدر کے اس جلسہ میں ثانوی حیثیت رکھتے تھے اولین حیثیت ابراہیم ہی کی تھی لیکن یہ معلوم ہوتے ہی کہ مختار کو اجازت مل چکی ہے یا خانوادہ علوی کی طرف سے ان کا تقرر اس کام کے لئے عمل میں لایا جا چکا ہے انھوں نے مختار کے آگے سر جھکا دیا۔

ابراہیم نے اپنے متعلق جو یہ کہا تھا کہ میرے ایسے آدمی سے نہ تو دھوکے فریب کا خوف کیا جا سکتا ہے نہ چغلخوری و نمامی کا یہ تو پست درجے کے لوگوں کی باتیں ہیں تو یہ ابراہیم کا صرف دعوی ہی نہ تھا بلکہ وہ واقعاً تھے بھی ایسے ہی۔ علامہ ابو حنیفہ دینوری اپنی کتاب اخبار الطوال میں لکھتے ہیں کہ جب ابراہیم نے خازر کا معرکہ سر کیا (جس میں ابن زیاد مارا گیا) تو عبداللہ بن حمر الساعدی نے ان کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

اللہ اعطاک المھابۃ والتقی ۔۔۔ واحل بیتک فی العدید الاکثر
واقر عینک یوم وقعۃ خازر ۔۔۔ والخیل تعثر بالقنا المکسر

(خداوند عالم نے تمھیں جلالت و ہیبت بھی بخشی ہے اور تقوی و پرہیزگاری بھی الخ)

ساعدی نے ہیبت کے ساتھ ساتھ ابراہیم کے تقوی و پرہیزگاری کی بھی مدح کی ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ جس طرح ابراہیم ہیبت و جلالت میں اپنی آپ نظیر تھے اسی طرح تقوی و پرہیزگاری میں بھی نمایاں حیثیت کے مالک تھے ورنہ عام طور پر فاتح

انسان کو تقویٰ و پرہیزگاری سے کم ہی نسبت ہوتی ہو اسے اپنی مردانگی و شجاعت اور مقصد کے حصول کے لئے اپنے جذبۂ فداکاری کی تعریف زیادہ پسند ہوتی ہو زیادہ سے زیادہ داد و دہش اور جود و سخا کی مدح و ستایش بھی لیکن تقویٰ کی صفت سے عموماً امرا اور سرداران لشکر خالی ہوتے ہیں شاذ و نادر ہی کسی امیر یا سردار لشکر کی یہ صفت بھی سراہی گئی ہو اگر کسی امیر یا سردار لشکر کی یہ صفت سراہی بھی گئی تو اسی وقت جب کہ اس کی یہ صفت اس کے دیگر صفات کے مقابلے میں نمایاں حیثیت کی ہوئی۔ اس کے تمام مکارم اخلاق میں ارفع و ممتاز اور اس کی ہر خوبی سے افضل و فزوں تر۔

جناب ابن نما رح نے جناب مختار کی مدافعت کرتے ہوئے ان کے عقائد کی پاکیزگی کے ثبوت میں جہاں اور بہت سی باتیں ذکر کی ہیں وہاں یہ بھی کہ ابراہیم ان کے دست و بازو تھے اور ان کی دعوۃ میں برابر کے شریک اور چونکہ ابراہیم کی دینداری ان کا ایمان و یقین کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رکھتا اس بنا پر مختار کی ذات بھی ہر شک و شبہہ سے پاک و صاف ہو۔

جناب ابن نما رح کا یہ استدلال بتاتا ہے کہ ابراہیم کی کیا ایمانی عظمت و جلالت تھی گویا انھوں نے ابراہیم کو اصل و بنیاد قرار دے کر ان پر جناب مختار کی حالت کا قیاس کیا ہو۔

ابن نما رح لکھتے ہیں ——— ابراہیم رحمۃ اللہ نامی بہادر شجاعت و بسالۃ کا مجسمہ محبت اہلبیت میں سر سے پیر تک غرق اور دونوں ہاتھوں میں نصیحت و خیر خواہی کا رائت اٹھائے ہوئے تھے ——— پھر واقعہ خازر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابراہیم اس معرکہ کو سر کرنے کی فضیلت کے مالک ہوئے اور اس فتح سے جو بہترین

فوائد حاصل ہوئے اس کا سہرا انھیں کے سر ہے۔ عبداللہ بن زبیر اسدی نے کیا ہی اچھی مدح کی ہے ان اشعار میں اللہ اعطاک المھابۃ والتقی الخ۔

ایک دو نہیں بیسیوں ایسے معرکے ابراہیم نے سر کیے ہیں جو ان کی عظمت جلالت اور اہل بیت سے ان کی گہری وابستگی کے شاہد ہیں۔ ابن مطیع کا واقعہ نیز وہ نازک وقت جب کہ ابراہیم کوفہ سے دور ابن زیاد سے جنگ میں مصروف تھے اور کوفہ والوں نے موقع غنیمت پا کر جناب مختار کے خلاف بغاوت کر دی ابراہیم خبر پاتے ہی کوفہ پہنچے اور باغیوں کو کچل کر رکھ دیا پھر خازر کی جنگ جس میں انہوں نے اپنے مختصر سے لشکر کے ذریعے شام کے بے پناہ لشکر کو تہس نہس کر دیا اور ستر ہزار امویوں کو تہ تیغ کیا ابن زیاد کو واصل جہنم کیا ان تمام معرکوں میں ان کا جذبۂ ایمانی اور اہلبیت سے ان کی خالص محبت کے مظاہرے دیکھنے میں آئے جبھی تو انھوں نے ابن زیاد کے مقابلے کے لئے جاتے وقت مختار سے کہا تھا ۔۔۔ "اہل شام سے قتال کرنے کے لئے جتنا میں بےچین ہوں اتنا آپ نہ ہوں گے۔" (اخبار الطوال دینوری)

ابن زیاد والی جنگ میں ابراہیم کی یہ کیفیت تھی کہ اپنی فوج میں گشت کرتے ہوئے ایک ایک افسر اور علمدار فوج کو مخاطب کر کے کہتے ۔۔

"اے دین کے انصار! حق کے شیعو اور خدا کے سپاہیو یہ عبید اللہ بن مرجانہ ہے حسینؑ ابن علیؑ فرزند فاطمہؑ کا قاتل جس نے حسینؑ، ان کے بچوں اور ان کی عورتوں کو فرات کے پانی سے محروم کر دیا تھا۔ وہ حسرت و یاس سے فرات کی طرف دیکھتے مگر پانی تک پہنچنا انھیں نصیب نہ تھا۔ اسی ابن زیاد نے صلح کی تمام راہیں بند کر دی تھیں اسی نے حسینؑ کو نہ تو مدینہ طیبہ جانے دیا نہ کہیں اور چلے جانے دیا یہاں تک کہ انھیں اور ان کے گھر والوں کو بیدردی سے قتل کر ڈالا خدا کی قسم بنی اسرائیل کے شریفوں کے ساتھ

فرعون نے بھی وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو ابن مرجانہ نے اہلبیتؑ پیغمبرؐ کے ساتھ کیا وہ اہلبیت جن سے خدا نے ہر کثافت و گندگی کو دور رکھا اور یوں پاک کیا جو حق ہے پاک کرنے کا خدا کی قسم میں تو یہی امید کرتا ہوں کہ تم لوگوں اور ابن زیاد کا اس جگہ آمنا سامنا خدا نے اسی لئے کر دیا ہے کہ تمہارے ہاتھوں اس کا خون بہا کر تمہارے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے خدا شاہد ہے کہ تم اہلبیت پیغمبرؐ کی حمایت میں غضبناک ہو کر نکلے ہو۔" (تاریخ طبری)

یہ تھی جد و جہد ابراہیم کی بنی امیہ کو ان کی جبر کے اکھاڑ پھینکنے کی اور ابن زیاد والے معرکہ میں انھوں نے اپنی بہت کچھ تمنائیں نکالیں ابن زیاد کو بھی قتل کیا اور اس کے ساتھ ستّر ہزار فوجی شام کے تہ تیغ ہوے۔

ان کے دل میں بنی امیہ کے خلاف غیظ و غضب کی آگ برابر مشتعل رہی چنانچہ جب جناب مختار شہید ہو گئے اور مصعب بن زبیر نے ابراہیم کو خط لکھا کہ ہمارے ساتھ ہو جاؤ اور وعدہ کیا کہ شام اور مغربی ممالک جو فتح ہوں گے اس کی حکومت بھی تمہاری ہی ہوگی اور سپہ سالار لشکر بھی تم ہی ہوگے دوسری طرف عبد الملک نے انھیں عراق کی حکومت پیش کی بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ ہو جائیں تو انھوں نے عبد الملک کی پیشکش ٹھکرا دی اور مصعب کا ساتھ دینا محض اس لئے منظور کیا کہ اس طرح وہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک بنی امیہ سے برسر پیکار رہیں گے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ وہ برابر ان امویوں سے جنگ و جدال میں مصروف رہے اور ان سے لڑتے ہی ہوئے دیر جاثلیق کی جنگ میں عروس مرگ سے ہمکنار ہوئے یہ واقعہ ۷۲ھ میں پیش آیا اور اسی میں مصعب بھی قتل ہوا۔ بنو امیہ کی دشمنی و عداوت اور اہلبیت نبویؐ کی محبت ان کے دل میں بچپنے ہی سے جوش زن تھی جب کہ ان کے والد بزرگوار انھیں علیؑ کی محبت میں پختہ کر رہے تھے اور دین خالص کی تعلیم دے

رہے تھے جنگ صفین ابراہیم کی آنکھوں دیکھی جنگ تھی اس جنگ میں ابراہیم دیکھ چکے تھے کہ ان کے والد بزرگوار کس طرح سے امیرالمومنین کی حمایت میں سرگرم اور کس جوش و خروش سے بار بار آپکے قدموں پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے بے چین تھے۔ اسی جنگ صفین ہی کا واقعہ ہو کہ معاویہ نے عمرو عاص کو قبیلہ حمیر و کلاع و یحصب کے رسالوں کے ساتھ لڑنے کے لئے آگے بڑھایا اشتر مقابلے کے لئے نکلے عمرو عاص اشتر کو دیکھکر بدحواس ہو گئے مگر اس کے ساتھ شرم بھی دامن گیر تھی کہ بھاگیں کیونکہ جب اشتر نیزہ لیکر عمرو عاص پر پل پڑے تو وہ کنائی کاٹ کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ نکلے قبیلہ یحصب کے ایک نوجوان نے چیخ کر کہا ——— عمرو عاص تم پر خاک ہو۔ حمیرو الولاؤ رائت لشکر مجھے دو۔

رائت لشکر لئے ہوئے رجز پڑھتا ہوا وہ میدان میں آیا مالک اشتر نے اپنے فرزند ابراہیم کو پکار کر کہا کہ ——— "علم لے کر تم بڑھو نوجوان کا مقابلہ نوجوان ہی سے ٹھیک ہے" ——— ابراہیم علم لیکر آگے بڑھے اور اس حمیری نوجوان پر ٹوٹ پڑے دونوں میں دیر تک نیزہ بازی ہوتی رہی یہاں تک کہ ابراہیم فتحیاب ہوئے اور حمیری نوجوان موت کے گھاٹ اترا (وقعۃ الصفین لنصر بن مزاحم)

اسی طرح ابراہیم نے جنگ صفین میں اور بھی بہت سے کارہائے نمایاں کئے۔ بیشک ابراہیم عنفوان شباب ہی سے اہلبیتؑ کی محبت میں غرق اور دشمنان اہلبیت سے متنفر و بیزار رہے جب طفولیت و عنفوان شباب میں ان کے جوش ولا کی یہ کیفیت تھی تو اسوقت جبکہ ان کی عمر پختہ ہو چکی تھی اور بنی امیہ کے سیکڑوں ہی جرائم اور سیہ کاریاں دیکھ چکے تھے ان کی نفرت و بیزاری کہیں زیادہ بڑھ چکی ہو گی۔

امام حسن مجتبےٰ کے ساتھ امویوں نے جو ظلم تعدی کی امام مظلوم پر جو مظالم ڈھائے۔ مدینہ منورہ کو تباہ و برباد کیا، خانہ کعبہ کی جس طرح ہتک حرمت کی شیعیان اہلبیت پر مظالم کے جتنے پہاڑ ڈھائے یہ سب ان کی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی حقیقتیں تھیں جو دن بھی گزرتا ابراہیم کے دل میں بنی امیہ کے خلاف آتش غیظ و غضب کو اور فروزاں ہی کرتا جاتا انھیں سب باتوں کا نتیجہ تھا کہ جسطرح اب تک

انھوں نے اپنی زندگی کے دن بنی امیہ سے نفرت و بیزاری میں کاٹے تھے اسی طرح زندگی کے بقیہ دن بھی ان سے جنگ و جدال میں صرف کئے۔ علامہ محسن عاملی طاب ثراہ اعیان الشیعہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ابراہیم مشہور شہسوار بہادر دلیر پیش قدمی کرنے والے صاحب ریاست بلند نفس عالی ہمت مجسم وفا، شاعر فصیح اور دوستدار اہلبیت تھے جس طرح ان کے پدر بزرگوار تمام اوصاف میں امتیازی شان کے مالک تھے سچ کہا ہے کسی نے ـــ بیٹا وہی قدم بقدم ہو جو باپ کے (اعیان الشیعہ جلد ۵ صفحہ ۲۱۸)

سراقہ بن مرداس بارقی جنگ خازر جس میں ابراہیم نے ابن زیاد کو تہ تیغ کیا تھا کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے۔

اتاکم غلام من عرانین مذحج جری علی الاعداء غیر نکول

(تمہارے مقابلے کو قبیلہ مذحج کی اونچی ناک والوں کا ایک نوجوان آیا جو دشمن پر انتہائی جری اور جس کے قدم ڈگنے والے نہ تھے)

اسی طرح اور بھی بہت سے اشعار ہیں جنھیں علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔ اصابہ اور تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابراہیم نے اپنے پدر بزرگوار مالک کے حوالے سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں جناب مالک نے وہ حدیثیں امیرالمومنین علی ابن ابیطالب ؑ، جناب ابوذر، عمر ابن خطاب اور خالد سے روایت کی تھیں ـــ علامہ خطیب خوارزمی ابراہیم کے اس معرکہ کی جس میں انہوں نے ابن زیاد کو قتل کیا تھا تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھر خداوند عالم نے عبداللہ بن زیاد پر ابراہیم بن اشتر کی بجلی گرائی جو خود بھی یکہ تاز میدان شجاعت تھے اور بیٹے بھی تھے یکہ تاز میدان شجاعت کے انھوں نے اس کو قتل کیا اس کے آفتاب کو غروب کیا اور اس کے کرتوتوں کا مزہ چکھایا اور اس نے جو ہولناک جرائم کئے تھے ان کا کچھ بدلہ دیا اسے ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کیا اس کے ملعون ساتھیوں کو ابدالاباد کے لئے نیست و نابود کر دیا اور ظالموں کی جڑ کاٹ ڈالی۔"
